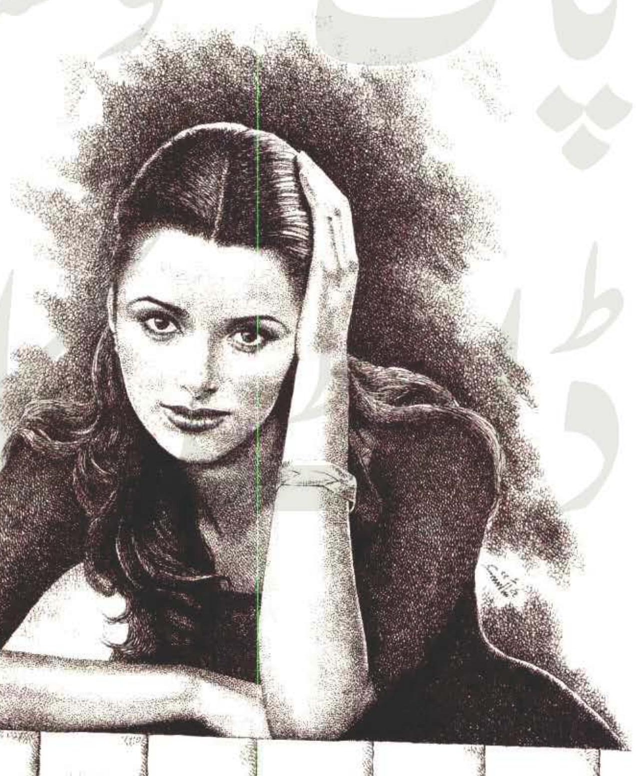
نمرہ احمد

نمل

فارس غازی انٹیلی جنس کے اعلا عہدے پر فائز تھا۔ فارس غازی اپنے سوتیلے بھائی وارث غازی اور اپنی بیوی کے قتل کے الزام میں، چار سال سے جیل میں قید ہے۔ سعدی یوسف فارس غازی کا بھانجا ہے، جو اپنے ماموں فارس غازی سے جیل میں ہر ہفتے ملنے آتا ہے۔

سعدی یوسف تین بہن بھائی ہیں' ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ سعدی یوسف کی والدہ نے کڑی مشقت کر کے بچوں کی پرورش کی ہے' حنین اور اسامہ' سعدی سے چھوٹے ہیں۔ ان کی والدہ ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ چلاتی ہیں۔ زمر' سعدی

مکمل ناول



WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM

یوسف کی پھپھو ہے۔ وہ چار سال قبل فائرنگ کے ایک واقعہ میں زخمی ہوجاتی ہے۔ فائرنگ کا الزام فارس غازی پر ہے۔ فارس غازی کو شک تھا کہ اس کی بیوی اس کے بھائی کے ساتھ انوالو ہے۔ اس نے جب فائرنگ کی تو زمر اس کی بیوی کے ساتھ تھی فائرنگ کے نتیجہ میں بیوی مرجاتی ہے اور زمر شدید زخمی ہوجاتی ہے۔ ایک انگریز عورت اپنا گردہ دے کر اس کی جان بچاتی ہے۔ فارس غازی' سعدی یوسف کا ماموں ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کا ماموں بے گناہ ہے۔ اسے پھنسایا گیا ہے۔ اس لیے وہ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے' جس کی بنا پر زمر اپنے بھتیجے سعدی یوسف سے بدظن ہوجاتی ہے۔ بدظن ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ زمر جب موت و زندگی کی کشمکش میں ہوتی ہے تو سعدی اس کے پاس نہیں ہوتا۔ وہ اپنی پڑھائی اور امتحان میں مصروف ہوتا ہے۔

جواہرات کے دو بیٹے ہیں۔ ہاشم کاردار اور نوشیرواں۔

ہاشم کاردار بہت بڑا وکیل ہے۔ ہاشم اور اس کی بیوی شہرین کے درمیان علیحدگی ہوچکی ہے۔ ہاشم کاردار کی ایک بیٹی سونیا ہے۔ جس سے وہ بہت محبت کرتا ہے۔ ہاشم سونیا کی سالگرہ دھوم دھام سے منانے کی تیاریاں کررہا ہے۔

فارس غازی' ہاشم کاردار کی پھپھو کا بیٹا ہے۔ جیل جانے سے پہلے وہ ہاشم کے گھر میں جس میں اس کا بھی حصہ ہے' رہائش پذیر تھا۔ فارس غازی کے جیل جانے کے بعد اس کا پورشن مقفل ہے۔

سعدی یوسف کے لیے وہ دن خوشیوں سے بھرپور تھا جب اسے فارس غازی کے رہا ہونے کی خبر ملتی ہے۔

ہاشم نے یہ خبر سن کر عہد کیا کہ اگر اس میں سعدی کا ہاتھ ہے تو اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔ فارس غازی جیل سے نکلتا ہے تو سعدی یوسف ان کا منتظر ہوتا ہے۔ فارس اس سے قبرستان چلنے کو کہتا ہے۔ قبرستان جاکر فارس دو قبروں پر فاتحہ پڑھتا ہے۔ وہ گاڑی سے اترتے ہوئے سعدی کا موبائل لے لیتا ہے۔ قبرستان میں وہ کسی کو فون کرکے کوئی ہتھیار منگواتا ہے۔

ہاشم کاردار' زمر کو اپنی بیٹی سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دینے کے ساتھ سعدی کا کارڈ بھی زمر کو دے دیتا ہے۔

زمر کے والد کو اپنے پوتے سعدی یوسف سے بہت محبت ہے۔ وہ زمر سے کہتے ہیں' سعدی کی سالگرہ پروش کرنے ان کے گھر جائے۔ وہ پھول لے کر کارڈ دینے سعدی کے گھر جاتی ہے۔ زمر کو دیکھ کر سعدی کے ساتھ تمام گھر والے حیران ہوجاتے ہیں۔ زمر' سعدی کو سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دیتی ہے۔

زمر کے جانے کے بعد سعدی نے ہاتھ میں پکڑے سیاہ اور سنہرے کارڈ کو دیکھا۔ اسی وقت ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے جھلملایا۔ اس نے ہوٹل میں ہاشم کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگایا تھا۔ وہ اس کے لیپ ٹاپ سے ڈیٹا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سعدی نے جب بیگ سے ٹیبلٹ نکالا تو اسے پریس کرنے کے بعد اسکرین پہ پیغام آیا کہ آپ کی ڈیوائس کو ایک ہارڈ ڈرائیو ملی ہے' کیا آپ سارا ڈیٹا کاپی کرنا چاہیں گے؟ سعدی نے مسکراتے ہوئے "یس" دبایا۔ اسکرین پہ دوسرا پیغام دیکھ کر سعدی کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

اسکرین پہ پیغام جل بجھ رہا تھا کہ "پاس ورڈ داخل کریں" سعدی کے پاس' پاس ورڈ نہیں تھا۔

سعدی یوسف' ہاشم کاردار کی سابقہ بیوی شہرین سے ایک شاپنگ مال میں مل کر کہتا ہے۔ مجھے آپ سے ہاشم بھائی کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ چاہیے۔ شہرین' سعدی سے کہتی ہے کہ "تم کیا کرنے جارہے ہو؟" سعدی زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے کہ "ہاشم بھائی نے جو ہم سے چرایا تھا' میں وہ واپس چرانے جارہا ہوں۔"

شہرین نوشیرواں کے پاس جاکر کہتی ہے کہ سونیا کو اس کی اور ہاشم کی ہنی مون کی پکچرز چاہئیں۔ یہ جھوٹ بول کر نہایت چالاکی سے شہرین نوشیرواں سے ہاشم کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔

حنین یوسف پر اس کی دوست کی وجہ سے کمرہ امتحان میں نقل کا الزام لگتا ہے ٹیچرز حنین سے کہتی ہیں کہ اس پر کیس بنے گا اور وہ تین سال تک پیپرز نہیں دے سکتی۔ وہ حنین کو آفس میں بٹھا کر چلی جاتی ہیں تو حنین کی نظر میز پہ سپرنٹینڈنٹ کے پرس کے ساتھ رکھے موبائل پر پڑتی ہے۔ حنین موبائل اٹھا کر دھڑکتے دل سے ہاشم کا نمبر ملا کر اسے تمام صورت حال

سے آگاہ کرتی ہے۔ ہاشم کچھ دیر بعد ہی امتحانی مرکز میں پہنچ جاتا ہے اور کمال ہوشیاری سے حنین کو مشکل وقت سے نہ صرف نکلواتا ہے بلکہ حنین کو پیپر مکمل کرنے کے لیے ٹیچرز سے ایکسٹرا ٹائم بھی دلوا دیتا ہے۔

پیپر دینے کے بعد حنین ہاشم کا شکریہ ادا کرتی ہے اور ہاشم سے کہتی ہے۔ کہ سعدی بھائی کو اس معاملے کے بارے میں مت بتائیے گا۔ ہاشم حنین سے پارٹی میں آنے کا پوچھتا ہے۔ جس پر حنین کہتی ہے کہ پارٹی میں ہم سب آئیں گے۔

قصر کے سبزہ زار میں سیاہ شام سنہرے تاروں کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ روشنیاں، قہقہے، سیاہ اور سنہری امتزاج سے سجی سونیا کی سالگرہ کی تقریب کی رونق عروج پر تھی۔

حنین سنہری فراک میں جبکہ سعدی، نسیم اور زمر سیاہ سوٹ میں ملبوس تقریب میں شریک تھے۔ شہرین ان کی میز کے پاس آکر زمر کو ڈی اے کہہ کر پکارتی ہے اور سعدی سے رسمی سا حال احوال پوچھ کر کمال مہارت سے نیب پکڑا کر وہاں سے چلی جاتی ہے۔ سعدی نیب کو کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر سوچتا ہے کہ آدھا کام ہو گیا مگر ابھی پاس ورڈ لینا باقی ہے۔

جواہرات دو، تین خواتین کے ساتھ سعدی اور زمر کی میز کی طرف آتی ہے۔ جواہرات اپنی فرینڈز سے زمر کا تعارف کرواتی ہے پھر سعدی یوسف کا تعارف بھی کروا کر سعدی سے کہتی ہے کہ وہ اپنا شجرہ نسب ان خواتین کو بتائے۔ نوشیرواں قدرے فاصلے پر کھڑا تند نظروں سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ سعدی سمجھ جاتا ہے کہ جواہرات اس وقت نوشیرواں کی بے عزتی کا بدلہ اتار رہی ہے، پھر سعدی اپنا شجرہ نسب ایسا بتاتا ہے کہ جس سے نوشیرواں کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور جواہرات کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا ہے اسی دوران جواہرات اپنی فرینڈز سے زمر کے سابقہ منگیتر حماد کا ذکر چھیڑ دیتی ہے، جس کی وجہ سے زمر ڈسٹرب ہو جاتی ہے۔

شہرین بڑی ہوشیاری سے سعدی کو پاس ورڈ بتا دیتی ہے۔

دوسری جانب زمر کا گیسٹ روم میں فارس سے سامنا ہو جاتا ہے فارس کو دیکھ کر زمر غصے میں باہر کی طرف آجاتی ہے۔

پاس ورڈ ملنے کے سعدی ہاشم کے کمرے میں جا کر اس کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگا کر ڈیٹا کاپی کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

چیف سیکریٹری آفیسر خاور ہاشم کو اس کے کمرے کی فوٹیج دکھاتا ہے۔ جس میں سعدی کمرے میں جاتے ہوئے نظر آتا ہے، ہاشم خاور کے ساتھ بھاگتا ہوا کمرے میں پہنچتا ہے، لیکن سعدی پکڑ میں آئے بغیر وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ہاشم غصے میں خاور سے کہتا ہے کہ سعدی جیسے ہی ایگزٹ پر پہنچے، اسے روکو۔ جبکہ ملازمہ فیونا ہاشم کے کہنے پر جان بوجھ کر سعدی سے ٹکراتی ہے اور اس کے کوٹ میں نیکلس ڈال کر معذرت کرتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہے۔

جیسے ہی زمر، سعدی، حنین اور نسیم گھر جا رہے ہوتے ہیں تو خاور انہیں روک کر بتاتا ہے کہ مسز جواہرات کا نیکلس چوری ہو گیا ہے، زمر غصے میں خاور سے کہتی ہے کہ یہ میری فیملی کے بچے ہیں، ان کی تلاشی لینے سے پہلے میری تلاشی لینا ہو گی۔ اس دوران ہاشم بھی وہاں آجاتا ہے اور پھر بگڑتی صورت حال دیکھ کر انہیں جانے دیتا ہے۔

ریسٹورنٹ کا بل دینے کے لیے سعدی حنین سے اپنے کوٹ سے والٹ نکالنے کو کہتا ہے، حنین کے ہاتھ میں والٹ کے بجائے نیکلس آجاتا ہے۔ زمر کی نگاہیں نیکلس کو دیکھ کر ٹھہر جاتی ہیں، زمر غصے میں سعدی کو کہتی ہے اسے گھر ڈراپ کر دے۔

ہاشم کو پتا چل جاتا ہے کہ سعدی اس کے کمرے میں لیپ ٹاپ سے ڈیٹا کاپی کرنے آیا تھا اور شیرین نے نوشیرواں کو استعمال کر کے پاس ورڈ سعدی کو دیا تھا۔

دوسری جانب بڑے ابا زمر کو یہ بتا دیتے ہیں کہ زمر کو کسی یورپین خاتون نے نہیں بلکہ سعدی نے گردہ دیا تھا۔ یہ سن کر زمر کو بے حد دکھ ہوتا ہے۔

زمر سعدی کے ریسٹورنٹ جاتی ہے اور اسے کہتی ہے کہ بڑے ابا نے اسے بتا دیا ہے کہ اسے گردہ کسی خاتون نے نہیں بلکہ اس نے دیا ہے۔ اسی دوران فارس وہاں آجاتا ہے جسے دیکھ کر زمر نفرت آمیز نگاہ فارس پر ڈال کر وہاں سے چلی جاتی ہے۔

سعدی بہت دنوں بعد آفس جاتا ہے اور اپنی باس سارہ کو فیلڈ رپورٹ دے کر کہتا ہے کہ اس نے کام مکمل کر لیا ہے، اور فیلڈ پہ جانے کی تیاری بھی مکمل کر لی ہے۔

مرحوم ذوالفقار یوسف کے گھر میں سعدی کے دادا، پھپھو زمر، والدہ اور بہن بھائی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اسی دوران حنین سعدی کے کمرے میں جاتی ہے تو وہاں سعدی کے کھلے لیپ ٹاپ کے اسکرین پہ چلتے نمبرز دیکھ کر حیران ہوتی ہے سعدی جلدی سے آکر لیپ ٹاپ میں اپنا ایک ہاتھ مار کر بند کر دیتا ہے۔

ہاشم سعدی سے ملاقات کا کہتا ہے۔ وہ ہاشم کو ٹالنے کے لیے ہاں کہہ دیتا ہے۔

نوشیرواں ایک بار پھر ڈرگز لینے لگتا ہے اس بات پر جواہرات فکرمند ہے۔

حنین اپنے اور سیم کے مشترکہ کمرے میں آتی ہے جب الماری کھولتی ہے تو اس کی نظر سنہری مخملیں ڈبے پر پڑتی ہے تو اس کے اندر ایک لاکٹ رکھا تھا۔ اس کی زنجیر میں سیاہ ہیرے کی شکل کا پتھر پرویا تھا جس کے اوپر سنہرے حروف میں "ایننس ایور آفٹر" کندہ تھا۔ یہ سعدی کی چین کا جڑواں تھا۔

سعدی زمر سے ایک رشتے دار کی شادی میں جانے کا پوچھتا ہے۔ جس میں زمر کا سابق منگیتر حماد بھی آئے گا۔ زمر سعدی سے کہتی ہے کہ اگر وقت ملا تو وہ شادی میں جائے گی یہ بات جب بڑے ابا کو پتا چلتی ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

سارہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ فارس آجاتا ہے۔ فارس سارہ سے پوچھتا ہے کہ کیا اس کے خیال میں اس نے ہی وارث کو قتل کیا تھا؟ سارہ جواب میں کہتی ہے کہ اسے یقین ہے کہ اسے پھنسایا گیا تھا۔

ہاشم کی سیکریٹری کال کر کے اسے بتاتی ہے، کہ آج سعدی اپنی مصروفیت کی بنا پر نہیں آرہا۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ سعدی کو جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملے گا، وہ اس سے ملاقات کو یونہی ٹالتا رہے گا۔

ہاشم سعدی کو فون کرتا ہے کہ کیا ہم اچھے وقتوں میں واپس جا سکتے ہیں! جب تم مجھے دل سے ہاشم بھائی کہتے تھے۔ ہاشم کی بات پہ سعدی "شاید نہیں" کہہ کر کال کاٹ دیتا ہے۔

دوسری طرف سعدی لیپ ٹاپ پہ فائلز کھولنے کی کوشش کرتا ہے لیکن فائلز ڈیمج ہو جاتی ہیں۔ سعدی پریشان ہو کر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیتا ہے۔ اس وقت سعدی اپنے ماضی کے اچھے وقتوں کی یادوں میں کھو جاتا ہے۔ وہ سب باتیں یاد آنے لگتی ہیں جب ہاشم کو دل سے بھائی کہتا تھا اور جواہرات کے دل میں اس نے کس طرح اپنی جگہ بنائی تھی اور نوشیرواں سے بھی اس کی اس وقت دوستی ہو گئی تھی۔ ماضی کے تمام واقعات ایک ایک کر کے سعدی کے سامنے کسی کہانی کے کرداروں کی طرح گھوم رہے تھے۔

— ۴ —

چوتھی قسط

انسان دوست

اگر تم حوصلہ مجتمع رکھ سکو جب ارد گرد
سب ہمت کھو رہے ہوں اور تم کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہوں
اگر تم خود پہ بھروسا کر سکو جب سب تم پر شک کریں
مگر ان کو شک کی اجازت بھی دو
اگر تم انتظار کر سکو اور انتظار سے تھکو نہیں
یا تم سے جھوٹ بولا جائے مگر تم نہ بولو
یا تم سے نفرت کی جائے مگر تم نفرت کو راستہ نہ دو
اور پھر بھی نہ تم بہت اچھے لگو نہ بہت عقل مند
اگر تم خواب دیکھ سکو اور خوابوں کو اپنا آقا نہ بناؤ
اگر تم سوچ سکو مگر سوچوں کو اپنا مقصد نہ بناؤ
اگر تم "فتح" اور "تباہی" دونوں سے مل سکو
اور ان دونوں دھوکے بازوں سے ایک جیسا سلوک کر سکو
اگر تم اپنے بارے بولا گیا سچ سننے کی ہمت کر سکو،
جسے نادانوں کو بہکانے کے لیے توڑ مروڑ کر پیش کیا

جائے
یا جن چیزوں کو تم نے اپنی زندگی دے ڈالی' ان کو ٹوٹا ہوا دیکھ سکو
اور پھر جھک کر ان کو گھسے پٹے اوزاروں سے دوبارہ تعمیر کر سکو
اگر تم ہجوم سے بات کرو اور اپنے اندر کی اچھائی بھی برقرار رکھو
یا بادشاہوں کے ساتھ چلو اور اپنا عام ہونے کا احساس بھی نہ کھو سکو
اگر نہ دشمن' نہ دوست تم کو دکھ دے سکیں
اگر تم بے رحم منٹ کو بھر سکو' ساٹھ سیکنڈ جتنے فاصلے کی دوڑ سے
تب۔۔۔ ہاں تب
تمہاری ہو گی یہ زمین اور جو اس میں ہے
اور سب سے بڑھ کر
تب تم بنو گے ایک "انسان" میرے بچے!
(کپلنگ کی نظم "اگر")

☆ ☆ ☆

تم ناحق ٹکڑے چن چن کر دامن میں چھپائے بیٹھے ہو
شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں کیا آس لگائے بیٹھے ہو

گھر آ کر سعدی نے سب سے پہلے حنین کے کمرے میں جھانکا' پھر یاد آیا' وہ اس وقت ٹیوشن اکیڈمی گئی ہوتی ہے۔ وہ اپنے کمرے میں آ کر پیکنگ کرتا رہا۔ جب مغرب کے قریب لاؤنج سے باتوں اور ٹی وی کی آوازیں بلند ہوئیں تو وہ باہر آیا۔ حنین بیگ صوفے پہ رکھ کر (یعنی کہ پھینک کر) کچن میں گھس گئی تھی۔ وہ چوکھٹ پہ جا کھڑا ہوا۔

"ایک بری خبر ہے۔" مسکراہٹ دبائے بات کا آغاز کیا۔ وہ فریج سے کھانا نکالنے میں مصروف تھی' مصروف ہی رہی۔

"میں نے آج نوشیرواں کے گھر تمہاری گیم کے ہائی اسکورز کی فہرست دیکھی۔ معذرت کے ساتھ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اب آپ پہلے نمبر پہ نہیں ہیں۔"

"ڈنر خراب نہ کرو بھائی! مجھے پتا ہے' میں ہی ٹاپ پہ ہوں۔" وہ خفگی سے اسے دیکھ کر پلیٹ لیے لاؤنج میں چلی آئی۔ کمپیوٹر چیئر کھینچی' بٹن دبایا' ساتھ ہی لقمہ توڑا۔

"آخری دفعہ کب چیک کیا تم نے؟" وہ بھی ساتھ آ کھڑا ہوا۔

"پرسوں۔ آپ کو پتا ہے میں دو دن ٹیسٹ کی تیاری میں رہی۔ اس لیے کھول نہیں سکی تو آپ مجھے بنا رہے ہیں۔" ایک ہاتھ سے کھاتے' دوسرے سے ماؤس چلاتے' وہ ای میل کھول رہی تھی۔ پھر لبوں پہ مسکراہٹ آئی' انگلی سے عینک پیچھے کی۔

"کاردار صاحب کی ای میل آئی ہے۔" سعدی نے بھی آگے ہو کر پڑھا۔ حنین نے ان کو چار پانچ روز قبل موویز کی ایک فہرست بھیجی تھی جو ان کو دیکھنی چاہئیں جس کے جواب میں انہوں نے "تھینکس" لکھ کر بھیجا تھا۔ ساتھ ایک اسمائل بھی تھی۔

حنین مسکرا کر اپنی گیم والی سائٹ کھولنے لگی۔ پھر سب سے پہلے فہرست سامنے لائی۔ اپنا نام ڈھونڈا' مسکراہٹ غائب ہوئی۔ وہ پلیٹ رکھ کے آگے ہوئی۔ وہ دوسرے نمبر پہ تھی اور پہلے پہ کوئی اور تھا۔

"یہ کون ہے؟ اور اس نے کب؟" وہ حیران اور ذرا غصے میں اس کی پروفائل کھول کر دیکھنے لگی۔ مونث' اور تعلق امریکہ سے اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

"آنٹس ایور آفٹر Ants ever after اس کا کیا مطلب ہوا؟"

بمشکل مسکراہٹ روکے سعدی نے شانے اچکا دیے۔ حنین اب نچلا لب دبائے بے چینی سے ادھر ادھر صفحے کھول رہی تھی۔ وہ بہت محظوظ ہو رہا تھا۔ بہنوں کو تنگ کرنے سے زیادہ لطف بھی ہوتا ہے' کسی چیز میں بھلا؟

"آخر اس نے جیلی والا راؤنڈ کیسے پار کیا؟ اور ایک

دم سے ٹاپ پہ کیسے آگئی؟"

سعدی اسے تنگ کر چکا تھا' سو مسکرا کر کچن میں امی کے پاس چلا گیا۔ وہ اب بھی ویسے ہی لب کاٹ رہی تھی۔ پھر کچھ دیر سوچتی رہی اور اس کو پیغام بھیجا۔ کھانا وانا سب بھول گیا تھا۔

"ہائے!"

"ہیلو۔" اگلے ہی منٹ جواب آیا۔ حنین کی بورڈ پہ انگلیاں رکھے' اسکرین کو دیکھتی ٹائپ کر رہی تھی۔

"آپ نے جیلی والا راؤنڈ کیسے پار کیا؟"

ذرا توقف سے جواب چمکا۔ "نارمل ہم بات کا آغاز حال احوال پوچھنے سے کرتے ہیں۔"

"میں نارمل نہیں ہوں' میں حنین ہوں۔ اب بتاؤ' تم نے وہ راؤنڈ کیسے پار کیا؟"

"محنت کی' بار بار کوشش اور ہو گیا۔ تو تم حنین ہو پاکستان سے؟"

"ہاں اور تم کون ہو امریکہ سے؟" وہ ابھی بھی متعصب انداز میں خفگی سے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

وہاں پہلے مسکراتا ہوا نشان ابھرا اور پھر پیغام۔

"میں **علیشا** ہوں (Alicia) ورجینیا سے اور میرے آباؤاجداد فرانسیسی ہیں۔"

(فرنچ امریکن؟) حنین نے مشکوک نظروں سے اسکرین کو گھورا۔ "میں کیسے یقین کر لوں کہ تم وہی ہو جو تم کہہ رہی ہو؟"

"اوکے' میں کیمرہ آن کر دیتی ہوں۔ مجھے اس ہائی اسکورر سے بات کر کے اچھا لگے گا جس کا ریکارڈ میں نے توڑا ہے۔"

اور اس نے کیمرہ چیٹ آن بھی کر دی۔ حنین کے لیے اتنی جلدی یہ غیر متوقع تھا پھر بھی اس نے کانوں پہ ہیڈ فون چڑھا لیے' اپنا کیمرہ مگر آن نہیں کیا۔ (ورنہ امی نے کچن سے جوتا پھینکنا تھا) کانوں میں خوب صورت سی آواز گونجی۔ "کیا تم مجھے دیکھ سکتی ہو؟"

اسکرین پہ چوکھٹا بنا تھا جس میں ایک چھوٹا سا بیڈ روم نظر آرہا تھا۔ **علیشا** کی پشت پہ دیوار پہ شیشہ تھا جو کمپیوٹر ٹیبل کا عکس دکھاتا تھا۔ وہ واقعی امریکی لڑکی تھی۔ سترہ' اٹھارہ برس کی' بال سیاہ تھے' شولڈر کٹ' بہت گوری' بڑی بڑی آنکھیں کسی ہلکے رنگ کی اور بہت پیاری مسکراہٹ۔ اسکرین پہ اس نے ہاتھ ہلایا' وہ بھی اتنا مسکرا کر کہ حنین کے ناراض اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ وہ ذرا پرجوش سی ہو کر آگے ہوئی' بات کرنے لگی۔

"تو تم فرنچ امریکن ہو۔"

"ہاں' مگر میں خود کو امریکن کہلوانا زیادہ پسند کرتی ہوں۔" وہ پھر ہنسی۔ اسے ہنسنے کی عادت تھی۔

"لیکن تم اپنے نام سے کیوں نہیں آتیں اور تمہارے اس نک نیم کا کیا مطلب ہوا؟"

"اوہ! وہ...." اس نے لاپروائی سے شانے اچکاتے ہوئے جھک کر دراز سے کچھ نکالا۔

"وہ تو ایک عبارت ہے' جو میری کی چین پہ لکھی ہوئی ہے۔" ساتھ ہی سیاہ پتھر والی کی چین لہرائی اور وہیں میز پہ رکھ دی۔ "مجھے خود بھی اس کا مفہوم نہیں پتا۔"

"اچھا وہ جیلی والا راؤنڈ۔" حنین کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"ایک دو ٹپس بتا سکتی ہوں میں۔" **علیشا** دائیں ہتھیلی پہ ٹھوڑی گرائے آگے ہو کر بیٹھی بولنے لگی۔

حنین بہت غور سے سن رہی تھی۔ جب سعدی وہاں سے گزر کر کمرے میں جانے لگا۔ اسکرین دیکھ کر رستے میں رکا' اشارے سے پوچھا کہ کون ہے؟ حنین نے مائیک پہ ہاتھ رکھ کر بتایا "میری نئی دوست" اور فوراً" دوبارہ وہیں متوجہ ہو گئی۔

وہ ابرو اچکا کر کمرے کی طرف چلا گیا....

فون کی گھنٹی بجی تو سعدی چونکا' اور ادھر ادھر اجنبی نظروں سے دیکھا۔ وہ اپنے آفس میں بیٹھا تھا۔ سات سال گزر چکے تھے اور سب کچھ بدل چکا تھا۔

تکان سے سر جھٹک کر اس نے فون اٹھایا جو ابھی تک ہاشم کی کال کے بعد سے گرم تھا۔

"جی' میں آپ کو بھیجتا ہوں۔" آفس میں سے کسی کی کال تھی' وہ سرہلا کر کہتا' لیپ ٹاپ اسکرین کو دیکھ رہا تھا جہاں اس نے غلط کمانڈ دے کر اپنے ڈیٹا کو کرپٹ کردیا تھا۔ اب دوبارہ سے ہاشم کی فائلز وہ کیسے لے گا؟ اف!

اس نے فون رکھ کر سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ ذہن خالی خالی سا تھا۔

☼ ☼ ☼

چھوڑا نہیں غیروں نے کوئی ناوک دشنام
چھوٹی نہیں اپنوں سے کوئی طرز ملامت

بینکوئٹ ہال میں اندھیری شام اس پل خوب روشن تھی۔ موسیقی' قہقہے' رنگ' اسٹیج پہ دولہا دلہن کے ساتھ رش لگا تھا' تصویریں اتروائی جا رہی تھیں۔ گروپ فوٹو... ہیپی اینڈنگز۔ فیری ٹیلز۔

دوسری جانب کھانا کھل چکا تھا۔ بوفے اسٹینڈ کی طرف جانے والوں میں حنین اور سیم بھی تھے۔ حنین ہلکی گلابی لمبی فراک اور چوڑی دار میں پائجامے میں ملبوس تھی اور سیم کا کرتا شلوار تھا۔ وہ قد میں حنہ کے کان تک آتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ چلتے وہ ذرا آگے نکلنے لگا تو بہن نے کہنی سے پکڑ کر قریب کیا۔ اور تفتیشی انداز میں گھورا۔

"موٹے آلو... ایک منٹ۔ شادی میں کھانے کے تین اصول یاد ہیں نا؟"

"بالکل!" وہ مڑا اور اس کو دیکھتے ہوئے انگلیوں پہ گنوانے لگا۔ "پہلا اصول' وہ چیزیں نہیں کھانی جو صرف معدہ بھرتی ہیں جیسے چاول' روٹی اور سلاد۔ دوسرا جو عام طور پہ کھاتے رہتے ہیں جیسے مرغی اور بیف' ان پہ زیادہ قیمتی گوشت کو ترجیح دینی ہے جیسے مٹن اور پراؤنز تیسرا اور آخری اصول' یہ سب اپنا آخری کھانا سمجھ کر کھانا ہے۔"

"درست!" اس نے رعب سے سر کو خم دیا اور پھر دونوں ساتھ ساتھ آگے آئے' پلیٹیں اٹھائیں' تنقیدی نگاہ سے دور تک بوفے ڈشز کا جائزہ لیا۔ پھر باربی کیو کو دیکھ کر حنین کی آنکھیں چمکیں۔ دونوں پراعتماد چال چلتے اس طرف آئے۔

زمر بھی وہیں کھڑی تھی' نفاست سے پلیٹ میں ذرا سا کھانا ڈالتی۔ آج بھی سیاہ رنگ پہنا تھا۔ گھنگھریالے بال بھی ویسے ہی آدھے بندھے تھے۔ حنین اسے نظر انداز کرکے اپنی پلیٹ بھرنے لگی۔

زمر نے سر اٹھایا تو وہ ساتھ کھڑی تھی۔ وہ لوگ اکٹھے ہی آئے تھے اور تب سے دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ زمر ذرا سا مڑی اور میز پہ رکھے مایونیز کے بھرے پیالوں میں سے ایک اٹھا کر حنین کی طرف بڑھایا۔

حنین نے یوں ظاہر کیا جیسے دیکھا ہی نہ ہو۔ کھانا ڈال کر اس میز کی طرف آئی' ایک اور پیالہ اٹھایا اور دوسری طرف مڑ گئی۔ زمر کی مسکراہٹ پھیکی پڑی پیالہ ہاتھ میں رہ گیا۔

"پھپھو! یہ میں لے لوں۔" سیم نے جلدی سے اس کو شرمندگی سے بچایا' زمر مسکرا دی۔

حنین نے سن لیا تھا، مگر سنجیدگی سے پلیٹ میں گریوی ڈالتی رہی۔ چمچ رکھا تو ایک مہندی والے ہاتھ نے اسے اٹھالیا۔ بے اختیار اس کی نگاہیں اٹھیں۔

وہ کرن تھی۔ کام دار لباس، زیور، میک اپ، ذرا بھری بھری سی، ہنستی مسکراتی۔ ساتھ میں اس کی کوئی کزن بھی تھی۔ وہ اس سے بات کرتے ہوئے کھانا ڈال رہی تھی۔ حنین کی نگاہ مزید پیچھے گئی۔ قریب ہی ایک میز پہ اس کی ساس تھیں، نوکرانی تھی، دو جڑواں بچے تھے جن کو ہر کوئی رک کر، جھک جھک کر پیار کر رہا تھا۔

حنین نے بے اختیار مڑ کر زمر کو دیکھا۔ وہ دیکھ چکی تھی، اور اب سنجیدگی سے رخ موڑ گئی تھی۔ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے کسی کے پاس وہ دیکھنا جو آپ سے چھینا گیا ہو۔ حنین پیچھے مڑی کہ پھپھو کے ہاتھ سے مایونیز کا پیالہ تھام لے مگر وہ اب سیم کے پاس تھا۔ اب دیر ہو چکی تھی۔

"حماد!" اس نے نام کی پکار پڑتی سنی تو ادھر ادھر دیکھا۔ وہ اپنی ماں کی میز پہ جھک کر کسی سے مل رہا تھا۔ گلاسز لگائے ہوئے، اچھی شکل کا تھا مگر اس وقت وہ اسے زہر لگ رہا تھا۔ ذرا دبے دبے غصے سے وہ کھانا نکال کر زمر کے برابر آکھڑی ہوئی۔ امی، اور بھائی دور کسی ٹیبل پہ تھے، مگر وہ تینوں یہیں کھڑے رہے۔

"یہ کرلی بالوں والی پراسیکیوٹر تھی نا، حماد بھائی کی ایکس فیانسی؟" کرن کی کزن نے اونچی سی سرگوشی کی۔ ان دونوں کی طرف ان کی پشت تھی، مگر آواز کا راستہ کون روک سکا ہے بھلا۔

کرن نے ترچھے ہو کر دیکھا اور پھر شانے اچکا کر کھانا نکالتے ہوئے بولی۔

"تھی نہیں، وہ اب بھی پراسیکیوٹر ہے۔ کیریر ویمن یو نو۔"

"تو اس کی شادی نہیں ہوئی؟ سچ گردے ضائع گئے تھے نا؟"

"گردے کا کیا ہے؟ وہ تو مل گیا تھا۔ کوئی فرنچ عورت کسی آوارہ بھٹکتی روح کی طرح اچانک سے آئی اور گردہ دے گئی۔ سو فلمی ہے نا!"

حنین کا رنگ سفید پڑا، پلیٹ پہ جمے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوئی۔

"گردے کا بہانہ ہے۔ جو عورتیں کیریئر کے پیچھے پڑ جاتی ہیں، پھر ان کے گھر کہاں بستے ہیں۔ اسی لیے ہمارے دین میں بھی گھر اور خاندان کی کتنی اہمیت ہے۔"

بے نیازی سے لٹ پیچھے کرتے کرن کی آواز اتنی "دھیمی" تھی کہ آس پاس کے چند ایک لوگ تو سن ہی چکے تھے۔ حنین نے کن اکھیوں سے زمر کو دیکھا۔ وہ کانٹے میں مچھلی کا ٹکڑا پھنساتی سنجیدہ، سپاٹ نظر آرہی تھی۔

"کیا کہہ سکتے ہیں، دہشت گردی اتنی بڑھ گئی ہے۔"

"یار! انسان کو خود سمجھ ہوتی ہے ساری۔ اب کس نے کہا ہے کہ عورتیں قتل کے کیسز میں پڑیں؟ اسی لیے ہمارے دین میں....." یہاں سب کا اپنا اللہ اور اپنا دین تھا۔

"ہیلو کرن!" کسی نے کرن کو مخاطب کیا تو اس کی مسلسل چلتی زبان رکی۔

زمر اب کسی دوسرے اسٹینڈ کی طرف جا رہی تھی یہ آواز پہ لمحے بھر کو رکی، پھر چلتی گئی اور حنین کی تو ساری دنیا ہی اس آواز پہ رک جاتی تھی۔ وہ جو ذرا ترچھی ہوئی تھی، پوری پیچھے مڑ گئی۔

اور مڑی تو کرن بھی تھی، بہت خوشگوار حیرت سے۔

"ارے ہاشم! آپ!" وہ ایک ہاتھ میں کانٹا اور ایک میں پلیٹ لیے مسکراتا ہوا کھڑا تھا۔ بنا ٹائی کے شرٹ، اوپر گرے کوٹ۔ مسکراتے ہوئے کرن کے رسمی کلمات کا جواب دیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ آپ آئے۔ کیا آپ کی ممی بھی آئی ہیں؟" اس نے ہاشم کے عقب میں دور مجمع میں تلاشنا چاہا۔ وہ ان کی کمپنی کے ایک عہدے دار کی بیٹی تھی، اور وہ لوگ اس کے باس تھے۔ چند لمحے پہلے کی

رعونت، تمکنت، سب غائب ہو گیا۔ خوش اخلاقی عود کر آئی۔

"کیسی ہو تم؟ اور یہ تمہاری آنکھوں کے نیچے اتنے حلقے کیوں پڑ گئے ہیں؟" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا، مگر لہجہ اتنا ٹھنڈا تھا کہ کرن کے ہاتھ نے بے اختیار اپنی آنکھوں کو چھوا۔

"اپنی صحت کا خیال رکھا کرو کرن! کیونکہ اگر کسی کا ٹریک ریکارڈ ہو خرابی صحت کی بنا پہ کسی عورت کو چھوڑ دینے کا تو میں سوچتا ہوں، اگر موجودہ عورت کی کبھی ٹانگ، بازو کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی تو اس کا کیا ہو گا؟ ہیلو حنین!"

وہ کہہ کر حنین کو مخاطب کرتا آگے بڑھ آیا۔ کرن بالکل ہکابکا سی کھڑی تھی، مگر حنین اب اسے دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ اس کے لب مسکرانے لگے تھے، تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ سر کے خم سے جواب دیتی وہ وہاں سے ذرا دور ہٹی، ایسے کہ ہاشم بھی ساتھ ہی چلتا آیا۔ کرن پرے رہ گئی۔

زمر دور ٹیبل پہ سیم، سعدی اور ندرت کے ساتھ جا بیٹھی تھی۔

"یہ کرنے کی۔" کہتے ہوئے حنین نے دور زمر کو دیکھا "کیا ضرورت تھی؟"

"میں نے زمر کے لیے نہیں کیا اور تمہیں یہ معلوم ہے۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں شانے ذرا اچکا کر پلیٹ میں چاول ڈال رہا تھا۔

"آپ بس اتنا سالیں گے؟" اس نے پہلے ہاشم کی پلیٹ کو دیکھا، پھر اپنی۔

"اس میں بھی بہت کیلوریز ہیں۔ جس کا مطلب ہے ایکسٹرا ورک آؤٹ میں بوڑھا ہو رہا ہوں، سمجھا کرو۔"

حنین ہنس کر سر جھٹکتی کباب اٹھانے لگی۔ ہاشم نے کانٹے میں پھنسا ٹکڑا منہ میں رکھتے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میرے حلقہ احباب میں کوئی دوسری حنین نہیں ہے، میں نے جھوٹ بولا تھا۔"

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ "یعنی آپ نے واقعی مجھے نہیں پہچانا تھا؟"

"ہاں، کیونکہ جس حنین کو میں جانتا تھا، وہ اتنی گھبرائی ہوئی، پریشان سی نہیں ہوتی تھی، تمہیں کیا ہو گیا ہے کچھ عرصے سے؟"

وہ بالکل ٹھہر گئی۔ کیا وہ واقعی اتنا بدل گئی تھی کہ ہاشم تک نے محسوس کر لیا؟

"میں تو ویسی ہی ہوں اور آپ سے تو اب تقریبات میں ہی ملاقات ہوتی ہے۔ (ایفل ٹاور) آپ کو کیا پتا میں کیسی ہوں؟"

وہ سنبھل کر مسکرا دی مگر ہاشم نے گردن دائیں سے بائیں ہلائی۔

"اور تم چاہتی ہو کہ میں اس وضاحت پہ یقین کر لوں۔ اوکے، کر لیا۔"

حنین ذرا سر جھکا کر کھانے لگی، دفعتاً" کسی احساس کے تحت اس نے چہرہ گھما کر دیکھا۔ دور، جواہرات کے ساتھ نوشیرواں کھڑا تھا اور وہ ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ بگڑے تاثر، بھنچی بھنوؤں کے ساتھ۔ وہ سیدھی ہوئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" ہاشم نے گویا اسے تسلی دی، وہ اس کا چہرہ پڑھ رہا تھا۔ اس نے ابرو اچکا دیے۔

"آپ کا بھائی ابھی بھی مجھے اسی طرح دیکھ رہا ہے۔ اس دن آپ کے گھر بھی اس نے مجھے دیکھتے ہوئے بھائی اور ماموں سے کچھ کہا تھا۔ وہ ابھی تک مجھ سے عداوت رکھتا ہے۔"

"آئی ایم سوری، میں اس کی طرف سے معذرت کرتا ہوں۔" اس نے نرمی سے کہا اور پھر شیرو کو گھور کر تنبیہا" دیکھا، وہ دوسری جانب دیکھنے لگا۔ حنین اثبات میں سر ہلا کر ڈش سے کباب نکالنے لگی۔ اس کا چہرہ اب ذرا سنجیدہ اور بجھا بجھا سا تھا۔ ہاشم معذرت کر کے آگے بڑھنے لگا، پھر ایک دم رک کر اسے دیکھا۔ کچھ کلک ہوا تھا اچانک سے۔

وہ ٹھہر گیا۔ لمحے بھر کو ساری دنیا ٹھہر گئی۔ پھر اس کی آنکھوں میں ہلکی سی تکلیف ابھری۔ بمشکل وہ چہرے پہ مسکراہٹ لایا، سر اثبات میں ہلایا۔

"آئی ایم سوری، حنین! آئی رئیلی ایم! میں پہلے یہ

نہیں کہہ سکا، تم سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ مجھے ذاتی بہت..... آئی ایم سوری!"

حنین نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں درد تھا، تکان تھی۔ اس کے ذہن کے پردے پہ ایک بھولا بسرا لمحہ ابھرا۔ تب بھی اس کی آنکھوں میں ایسا ہی درد تھا۔ حنین نے سر جھٹکا۔ وہ لمحے بھر میں شادی کی تقریب میں واپس آئی مگر اب ہاشم جا چکا تھا۔

وہ اپنی میز تک خالی الذہنی کے عالم میں واپس آئی، زمر کھا چکی تھی، ٹشو سے لب تھپتھپاتی وہ سعدی سے آہستہ سے کچھ کہہ رہی تھی۔ حنین نے بے دھیانی سے سنا۔

"کیا تم نے وہ اسے واپس کر دیا؟"

"کر دوں گا جلد ہی!" سعدی نے مختصراً" کہا۔ حنہ چونکی۔ بھائی نے کب نیکلس واپس کرنا ہے آخر؟ مگر پھر اس کے ذہن کی رو بھٹک گئی۔ ہاشم کی معذرت..... ڈیڑھ سال بعد اس نے وہ شکوہ دور کر دیا جو حنین کو اس سے تھا ہی نہیں۔

"سیم! کپڑوں پہ مت گراؤ۔" ندرت کی توجہ ادھر نہیں تھی، وہ حسب معمول سیم کو لتاڑ رہی تھیں۔ وہ بھی آگے سے حنین اور سعدی کا بھائی تھا۔

"امی! داغ تو اچھے ہوتے ہیں۔"

حنین واپس آ چکی تھی مکمل طور پہ۔ تنک کر اسے دیکھا۔

"یہ خود بھی ہمارے خاندان پہ کسی داغ سے کم نہیں ہے۔"

"مت تنگ کرو اسے۔" ندرت نے دبا دبا سا گھورا وہ فوراً" چمک کر بولی۔

"یہ شروع کرتا ہے ہمیشہ، تالی دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔"

"مگر تھپڑ ایک ہی سے پڑتا ہے اور گھر جا کر پڑتا ہے۔"

اس دھمکی پہ وہ بڑبڑا کر سر جھکائے کھانا کھانے لگی۔

سعدی اٹھ کر گیا تو ندرت نے زمر کے قریب ہو کر کہا "یہ جو سامنے نیلے کپڑوں والی جا رہی ہے نا، یہ حمیرا آپا کی بیٹی رانیہ ہے، انجینئرنگ مکمل کی ہے اسی سال، مجھے یہ سعدی کے لیے پسند ہے۔"

زمر نے چونک کر اسے دیکھا اور کافی دلچسپی سے۔

"یہ تو بہت پیاری ہے۔ پھر کب مانگ رہی ہیں آپ رشتہ؟" اس کے چہرے پہ جو کرن کی باتوں سے ڈسٹرب سا تاثر چھایا تھا، وہ زائل ہو کر مسرت میں بدلنے لگا۔

حنین نے ایک اچٹتی نگاہ اس دراز قد لڑکی پہ ڈالی، جو لمبے سے فراک میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی، اور چونکہ اس کے لیے یہ خبر نئی نہیں تھی، اس لیے سر جھٹک کر کھانے لگی۔

"ابھی بڑے ابا سے مشورہ کرنا ہے پھر ہی کوئی بات شروع ہو گی۔" یہ کہتے ہوئے بھی بلکہ صرف سوچتے ہوئے بھی ندرت کا چہرہ چمکنے لگا تھا۔

"اور امی! اگر انہوں نے انکار کر دیا؟" سیم نے اپنے تئیں بہت بڑوں والا سوال پوچھا تھا اور ندرت کا ہاتھ بس جوتے تک جاتے جاتے رہ گیا۔

"کیوں انکار کریں گے وہ ہمارے سعدی کو؟ کوئی وجہ بنتی ہے کیا؟" زمر نے مسکراہٹ دبائے اس سے پوچھا۔ وہ جواباً" مسکرا کر رہ گیا مگر.....

حنین کا چمچ لبوں تک لے جاتا ہاتھ رکا، سر اٹھایا، سنجیدگی سے زمر کو دیکھا اور پھر دیکھتی رہی یہاں تک کہ زمر نے بھی اس کو دیکھا، ندرت سویٹ ڈش لینے اٹھ گئیں، تب حنین بولی۔

"بغیر وجہ کے بھی انکار ہو جاتے ہیں پھپھو! کسی اچھے بھلے آدمی کو بھی اپنے زعم میں جنگلی، جاہل، غصہ ور کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔"

زمر کی آنکھوں میں اچنبھا ابھرا "سوری؟" اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"میں تو آپ کی میموری ری فریش کر رہی تھی۔ کیوں؟ کیا آپ نے یہی کہہ کر فارس ماموں کے رشتے کو انکار نہیں کیا تھا؟" اور سر جھکا کر درمیان میں روکا چمچ منہ میں ڈال لیا، پھر رخ پھیر کر سویٹ ڈش کے لیے

اٹھ گئی۔

اور زمر... وہ جہاں تھی' وہیں رہ گئی۔ ساکت' جامد سانس تک بند ہو گیا۔ جیسے اندھیرے میں سیڑھیاں اترتے آخری زینے کے بعد یہ سمجھ کر پاؤں اتارا جائے کہ ابھی ایک زینہ اور باقی ہے اور وہ لمحے بھر کو پاؤں کا ہوا میں معلق ہو کر زمین کو لگنا... وہ لمحے بھر کا شاک... وہ دل کی بے ترتیب دھڑکن... وہ وقت کی رفتار کو تھما دیتی ہے... بالکل خاموش... رکا ہوا وقت۔

☼ ☼ ☼

موجودہ دن سے پانچ سال قبل

کچھ زخم صدیوں بعد بھی تازہ رہتے ہیں فراز
وقت کے پاس بھی ہر مرض کی دوا نہیں ہوتی

حنین کے کمرے میں فل پنکھا چل رہا تھا۔ کارپٹ پہ جائے نماز بچھائے زمر تشہد میں بیٹھی تھی۔ نظریں ہاتھوں پہ مرکوز' چہرے کے گرد دوپٹہ' لب ملتے ہوئے۔ پھر اس نے دائیں بائیں سلام پھیرا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ تب ہی نگاہ الماری سے کچھ نکالتی حنین پہ پڑی۔ زمر مسکرائی' اور وہ جو کسی بات پہ جھنجلائی کھڑی تھی' پھیکا سا مسکرا دی اور پھر سے چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگی۔

زمر ہاتھوں میں دیکھتی' زیر لب دعا مانگتی رہی۔ پھر چہرے پہ ہاتھ پھیر کر اٹھی تو حنین پلنگ کے کنارے پہ بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ بجھا بجھا سا' دماغ کہیں اور اٹکا ہوا لگ رہا تھا۔ کوئی پریشانی تھی شاید' مگر کون پوچھے اور کون بتائے؟ ان کا رشتہ اتنا پر تکلف تھا کہ دو سال سے سعدی کی غیر موجودگی نے بھی ان کو ایک دوسرے کے قریب نہیں کیا تھا۔ بس مسکراہٹ سے مسکراہٹ تک کا رشتہ۔

"کیا میں اسے یہیں رہنے دوں حنہ؟" اس نے جائے نماز اٹھانے سے قبل پوچھا۔

حنین نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ابھی امی دو چار صلواتیں مزید سنائیں گی تب وہ وضو کرنے جائے گی' زمر کو معلوم تھا حنین چہرہ ہتھیلیوں پہ گرائے بیٹھی رہی

"پھپھو! آپ تو ساری نمازیں پڑھتی ہیں نا؟ میں آپ سے ایک بات پوچھوں؟" وہ الجھن بھرے انداز میں اس طرح پوچھنے لگی جیسے ریاضی' سائنس یا معاشرتی علوم کے سوال ڈسکس کرنے ہمیشہ اس کے پاس آتی تھی۔ اس سے زیادہ وہ کبھی کچھ نہیں ڈسکس کرتی تھی۔

"پوچھو!" وہ نرمی سے کہتی واپس جائے نماز پہ بیٹھ گئی۔

"کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے؟"

"ہاں ہے!" زمر کے لیے جواب آسان تھا۔

"کیسے؟ میرا مطلب ہے' آپ اس محبت کی تعریف کیسے کریں گی؟"

زمر چند لمحے پر سوچ نگاہوں سے اس کا کم عمر چہرہ تکتی رہی' پھر ذرا سے شانے اچکائے۔

"میرا نہیں خیال کہ میں اس محبت کو ڈیفائن کر سکتی ہوں۔"

"اوکے' میری ایک کرسچن دوست نے پوچھا تھا' اسی لیے میں پوچھ رہی تھی۔" وہ سر ہلا کر اٹھ گئی۔

زمر نے گردن موڑ کر اسے باتھ روم جاتے دیکھا۔ ماتھے پہ کٹے بال اور باقی بال ہیئر بینڈ میں جکڑے کندھوں سے نیچے گرتے تھے۔ چہرے پہ پھیلی الجھن وہ الجھن اب بھی وہیں تھی۔ کوئی مسئلہ تھا۔ مگر خیر اس نے گھڑی دیکھی۔ اب اسے گھر جانا تھا' ورنہ امی خفا ہوں گی۔

جب حنین نماز پڑھ کر باہر آئی تو زمر جا چکی تھی۔ چونکہ حنین سامنے نہیں تھی اس لیے وہ آج کچھ نہیں بھولی' نہ حنہ کو یاد رہا۔ وہ بس بے زاری سے کمپیوٹر

کے سامنے آ بیٹھی اور اسے آن کیا۔ ڈیسک ٹاپ کی گھڑی اس نے علیشا کی ریاست کے مقامی وقت کے مطابق سیٹ کر رکھی تھی۔ وہاں صبح ہو چکی تھی اور علیشا آن لائن تھی۔

چوکھٹے میں علیشا صاف نظر آ رہی تھی۔ وہ دو سال پہلے کی نسبت اب ذرا بڑی لگتی تھی' یہی کوئی بیس

برس کی۔ دوسرے چوکھٹے میں حنین تھی' اداس اور خفا خفا سی۔ اس کے گھر والوں کو **علیشا** کی اتنی عادت ہو چکی تھی کہ سارا وقت بھی حنین کا کیمرہ آن رہتا تو کسی کو مسئلہ نہ ہوتا۔

"تم اداس لگ رہی ہو!" **علیشا** اس کا چہرہ دیکھتے ہی بوجھ گئی۔ حنین نے گردن دائیں بائیں ہلائی مگر آنکھوں میں وہی اداسی چھائی رہی۔

"میں فورم پہ تمہارے سوال کا جواب پوسٹ کرنے لگی تھی۔" ساتھ ہی وہ کیز دبائے جا رہی تھی۔ **علیشا** نے چیک کیا۔ پھر اس کی آنکھیں اچنبھے سے سکڑیں۔

"حنین! مجھے لگتا ہے تم نے غلط جواب لکھ دیا ہے۔ میرا سوال تھا کیا آپ کو خدا سے محبت ہے؟ تم نے جواب میں پتا نہیں لکھ دیا ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ مجھے واقعی پتا نہیں ہے۔"

"مگر..." **علیشا** چپ ہو گئی۔ حنین اب مٹھی پہ ٹھوڑی گرائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مگر تم اور میں' ہم زیادہ تر دین کی باتیں کرتے ہیں' ایک دوسرے کو اپنے اپنے دین کے بارے میں بتاتے ہیں' اور تم بھی میری طرح اپنی کتاب بہت پڑھتی ہو پھر!"

"بہت نہیں' میں ہفتے میں ایک' دو دفعہ ہی پڑھ پاتی ہوں۔ جب بھائی تھا تو ہم روز پڑھتے تھے مگر مجھے اب وقت نہیں ملتا۔" **حنہ** نے شانے اچکائے۔

"دیکھو **علیشا**' میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں وہ ناولز اور ڈرامے جن میں ہیرو یا ہیروئن بہت ہی گناہ گار ہوتے ہیں اور پھر کسی بڑے واقعے کے بعد وہ بالکل مذہبی ہو کر اللہ کی محبت میں سب گناہ چھوڑ دیتے ہیں' میں ایسی کہانیوں کی بہت قدر کرتی ہوں مگر میں خود کو ان سے ریلیٹ نہیں کر سکی کبھی۔ میں اس کا شکر ادا کرتی ہوں' احترام بھی کرتی ہوں' دعا بھی مانگتی ہوں۔ اسے معبود تسلیم کرتی ہوں۔ میں امی' اپنے بھائیوں ابو اور (مڑ کر دیکھا' زمر جا چکی تھی کب کی) اور کچھ دوسرے رشتے داروں سے بہت محبت کرتی ہوں' اسی لیے میں کہہ سکتی ہوں۔"

ذرا توقف کر کے وہ چہرہ ہتھیلی سے ہٹا کر' پیچھے ٹیک لگاتے ہوئے صاف گوئی سے کہنے لگی۔

"تمہاری ساری تقریر ایک طرف... ابھی تم کس بات پہ پریشان ہو؟ میں صرف اتنا کہوں گی کہ جو بھی مسئلہ ہے' اس کو حل کرنے کی کوشش کرو۔"

"ہاں' ایک اسکول کا مسئلہ ہے' خود ہی حل ہو جائے گا۔" وہ تلخ ہوئی **علیشا** نے لب بھینچ کر نفی میں گردن ہلائی۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں فکر مندی تھی۔

"مسئلے خود حل نہیں ہوتے' کرنے پڑتے ہیں اور اس کے دو طریقے ہیں یا تو خود میں ہمت تلاش کرو' یا زیادہ ہمت والے کو تلاش کرو۔" اور پھر وہ عادتاً ہنسی۔ یہ اس کا انداز تھا۔

(زیادہ ہمت والا؟) حنین نے مڑ کر دروازے کو دیکھا پھر نفی میں سر جھٹک کر سیدھی ہوئی۔

"کیا تم نے ——— پریزن بریک کا یہ سیزن ختم کر لیا؟" ساتھ ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ "حنین نے بیزاری سے دور پڑے فون کو بجتے دیکھا۔ امی اور سیم' زمر کے جاتے ہی سونے چلے گئے تھے۔ اسے ہی اٹھنا پڑے گا۔

"نہیں' میں ابھی چھٹی قسط پہ ہوں۔ یار! اس سیزن میں سارہ ہی نہیں ہے۔ مزا نہیں آرہا۔ ویسے مجھے مائیکل سے زیادہ لنکن پسند ہے۔ اچھا میں چلتی ہوں' اس وقت میری ایک رشتے دار آنٹی کا فون ہوتا ہے عموماً" اور وہ لمبی بات کرتی ہیں۔"

وہ الوداعی کلمات کہتی سائن آف کرنے لگی۔ پھر بھاگ کر مسلسل بجتا فون اٹھایا۔ سی ایل آئی پہ نمبر ان جانا تھا' مگر پھر بھی کہیں دیکھ رکھا تھا۔

"ہیلو؟ جی حنین بات کر رہی ہوں۔ اوہ... جی' جی شیور ابھی؟ ابھی نہیں مگر شام میں ماموں آئیں گے ہماری طرف' تو میں ان کے ساتھ آجاؤں گی۔ شیور

اورنگ زیب انکل۔" مسکرا کر اس نے فون رکھا۔ چہرے پہ آئی ساری کلفت ' بے زاری زائل ہو گئی وہ امی کو بتانے بھاگی۔ اورنگ زیب صاحب کو کام تھا اور انہوں نے اسے بلایا تھا۔ واہ۔

☼ ☼ ☼

اب احتیاط کی کوئی صورت نہیں رہی
قاتل سے رسم و راہ سوا کر چکے ہیں ہم

لیڈز میں سرمئی صبح اپنے اندر نمی سموئے اتر رہی تھی۔ سارہ کے کچن کی کھڑکی سے بادلوں ڈھکا آسمان صاف نظر آتا تھا۔ وہ چولہے سے ساس پین اتار کر گرم دودھ کپ میں انڈیل رہی تھی۔ پیچھے کرسی پہ ذکیہ بیگم بیٹھی پھل کاٹ کر سعدی کے سامنے رکھتی جا رہی تھیں۔ وہ جب سے آیا تھا خاموش بیٹھا تھا۔

"کتنے دنوں بعد آئے ہو' اتنا نہیں ہوتا کہ چکر لگالو۔ وہ بھی میرے وارث کو شکایت کرنے پہ کہ ندرت آپا سے کہیں سعدی کی خبرلیں تم آئے ہو۔ پی ایچ ڈی میں کر رہی ہوں یا تم؟"

اپنے ازلی سادہ انداز میں ابرو سکیڑے بولتی ہوئی وہ ادھر آئی' ٹرے میز پہ رکھی۔ باری باری ہر مگ میں چمچ ہلایا۔ پھر سب کے سامنے مگ رکھے۔ ذکیہ بیگم نے مگ اٹھاتے ہوئے بغور سعدی کو دیکھا۔

"آج سعدی نے آتے ساتھ ہی بچیوں کا نہیں پوچھا۔"

وہ چونک کر سنبھلا' ذرا سا مسکرایا۔ "نہیں تو میں بس۔"

"وہی تو امی! یہ آج بہت بجھا بجھا لگ رہا ہے۔ کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ۔" اپنا کپ لے کر سامنے بیٹھتی' وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔ وہ شرمندہ ہو گیا۔

"اصل میں.... میرا مسئلہ نہیں ہے۔ میرا ایک دوست ہے' اس کا مسئلہ ذرا پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"او کے؟" سارہ نے توجہ سے سنتے ہوئے کپ لبوں سے لگایا۔

"اس لڑکے کی ممی کافی.... کافی پوزیسو ہیں اور کیئرنگ بھی۔ وہ ادھر آیا بھی اس لیے کہ اس کی ممی اس کو میرے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں' تاکہ میں اس کا خیال رکھوں' اور اس پہ نظر بھی رکھوں۔ وہ ڈرگز پہ چلا گیا تھا پہلے۔"

"اوہ.... تو کیا اس نے ڈرگز چھوڑ دیں؟" ذکیہ بیگم نے ذرا فکرمندی سے پوچھا۔ سعدی کے چہرے پہ بے بسی در آئی۔

"یہی تو مسئلہ ہے۔ میرے اور اس کے سبجیکٹس الگ ہیں' ڈیپارٹمنٹ الگ ہیں' کبھی کبھی ملاقات ہوتی ہے' اس کی ممی کی ہر میل کے جواب میں' میں سب اچھا ہے کی رپورٹ دیتا تھا مگر ابھی کچھ دیسی لڑکوں سے مجھے پتا چلا ہے کہ وہ پھر سے ڈرگز پہ چلا گیا ہے۔ شاید کوئی لڑکی چھوڑ گئی ہے اسے۔ ایک تو اسے بھی ہر دوسرے مہینے سچی محبت ہو جاتی ہے۔" آخر میں وہ جل کر بولا۔ ذکیہ اور سارہ ہنس دیں۔

"اس نے اس دن گاڑی کہیں ماری ہے' جرمانہ بھی ہوا' مطلب چالان' شکر ہے' وہ اس وقت ڈرگز پہ نہیں تھا ورنہ معاملہ بگڑ جاتا۔ اس کی ممی کو نہیں معلوم یہ بات۔ اب میں کیا کروں؟ دوست کی شکایت لگاؤں یا اس کے عیب چھپاؤں۔"

"دیکھو سعدی!" سارہ کپ رکھ کر سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "ایک ماں ہونے کی حیثیت سے میرا حق ہے کہ مجھے اپنے بچے کے ہر کام کی رپورٹ ملے۔ اگر تم اس کے سچے دوست ہو تو اس کی ماں کو ضرور بتاؤ تاکہ وہ اس کی اصلاح کر سکے۔ اگر اس کی جگہ سیم یہ کرتا تو تم یہی چاہتے کہ تمہاری امی کو خبر دی جائے۔ ہے نا؟"

"اوہ!" سعدی کے لب سکڑے' پھر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ سمجھ گیا تھا۔

"سارہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے' اس کی ماں کو بتاؤ تاکہ وہ جوتے لگائے وہ اس کو۔" ذکیہ بیگم کی ساری ممتا جاگ اٹھی تھی۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔

"تھینک یو! آپ دونوں کا۔" پھر کپ اٹھاتے ہوئے موضوع بدلا۔ "وارث ماموں ٹھیک ہیں؟ صرف ایک سال رہ گیا ہے نا آپ کے پروگرام کا؟"

"صرف؟ پورا ایک سال پڑا ہے۔" سارہ گھونٹ بھرتے ہوئے اداسی سے مسکرائی "اور پھر ہم بالآخر ایک فیملی ہوں گے' اور فیملی کی طرح رہیں گے۔ بہت خوار کردیا ہے ان پڑھائیوں نے۔"

"واقعی!" ذکیہ بیگم بھی سارہ کو دیکھتے ہوئے مغموم سی مسکرادیں۔ صرف ایک سال.... پورا ایک سال.... رہ گیا تھا۔

سعدی مسکرا کر گھونٹ بھرنے لگا۔

☆ ☆ ☆

ہمیں نے روک لیا پنجہ جنوں ورنہ
ہمیں اسیر یہ کوتاہ کمند کیا کرتے

لاؤنج کی قد آدم کھڑکی کے ساتھ جواہرات کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں گہری سوچ تھی اور ہاتھ میں جکڑے موبائل پہ سعدی کی تازہ ای میل کھلی تھی۔ موبائل اتنی دیر سے یوں پکڑ رکھا تھا کہ اسکرین پسینے سے نم ہوگئی تھی۔

میری اینجیو قدم قدم چلتی اس کے قریب آئی' مودب سا پکارا۔

"مسز کاردار' آپ کی تمام پیکنگ مکمل ہوگئی ہے' رات کے لیے لیڈز کی فلائیٹ بھی بک کروادی ہے اور مسز شہرین نے کہا ہے کہ وہ بھی چلیں گی۔"

جواہرات نے ابرو سے "ہوں" کا اشارہ کیا تو وہ وہاں سے ہٹ گئی۔ تب ہی اورنگ زیب سیڑھیاں اترتے دکھائی دیے۔ جواہرات آہٹ پہ بھی بدستور باہر دیکھتی رہی' یہاں تک کہ وہ پیچھے ایک صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جما کر بیٹھ گئے۔

"اچانک ہی تم نے انگلینڈ کا پروگرام بنالیا؟"

"میں شیرو کو مس کر رہی تھی اور اس بہانے شہرین اور سونیا کا بھی دل بہل جائے گا۔ ہاشم کے پاس تو اتنا وقت نہیں ہوتا۔"

"یعنی کہ تم نے اسے ایک مکمل فیملی ٹرپ کی شکل دے دی ہے۔ ویری گڈ اور میرے ڈاکومنٹس؟" وہ بہت ضبط سے اسے دیکھ کر بولے۔ جواہرات نے مڑے بنا ذرا سے کندھے اچکائے۔

"کیا میں دو دن سے کئی دفعہ بتا نہیں چکی کہ میرا لیپ ٹاپ خراب ہوگیا ہے' اس لیے وہ فی الوقت ری کور نہیں ہو سکتے' نہ ان کا ڈرافٹ تیار ہو سکتا ہے۔"

"اور چونکہ اب تم باہر جارہی ہو تو ایک مہینے کے لیے یہ کام ملتوی ہوگیا' تب تک میری سماعت کی تاریخ بھی گزر جائے گی اور اس کا سب سے زیادہ فائدہ تو تمہیں ہی ہوگا۔"

اس طنزیہ لہجے پہ بھی جواہرات سکون سے کھڑی باہر دیکھتی رہی۔ دفعتاً" خاور اندر آیا۔ سوٹ میں ملبوس' تراشیدہ مونچھوں والا وہ چونتیس پینتیس برس کا آدمی تھا۔

"جی سر؟"

"آیئے خاور صاحب! اور ذرا وضاحت کیجئے کہ آپ جیسا ایکسپرٹ میری بیوی کا ایک لیپ ٹاپ کیوں نہیں ٹھیک کرسکا؟"

خاور نے ذرا کی ذرا جواہرات کو دیکھا اور پھر اورنگ زیب کو' دونا خداؤں کا ہونا بھی عذاب تھا۔

"سر! میں نے کوشش کی مگر مسئلہ میری سمجھ سے باہر ہے۔ اگر آپ کہیں تو کسی پروفیشنل کے پاس لے جاؤں؟ یا آفس سے کسی کو بلا کر....؟"

جواہرات تیزی سے اس کی طرف مڑی۔

"میرے لیپ ٹاپ میں ہماری کمپنی کے کتنے خفیہ ڈاکومنٹس ہیں' معلوم ہے تمہیں؟ میں کیسے اسے کسی دوسرے کے حوالے کرسکتی ہوں؟"

"میری بیوی کو یہی خوش فہمی ہے کہ میں کسی اور کو لیپ ٹاپ نہیں دے سکتا' جبکہ میں دے سکتا ہوں۔ میری!" انہوں نے خشمگیں نگاہ دونوں پہ ڈال کر میری

کو آواز دی۔ جواہرات نے مضطرب سی ہو کر خاور کو دیکھا اور خاور نے ذرا پریشانی سے اورنگ زیب کو۔ ان دونوں کا خیال تھا کہ اورنگ زیب یہ نہیں کرے گا مگر۔

"مگر سر.....!" اورنگ زیب نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرایا۔ میری سامنے آئی تو انہوں نے اسے صرف اشارہ کیا' وہ پہلے سے مطلع کردی گئی تھی' سو سر کو خم دیتی باہر نکل گئی۔

جواہرات گویا سلگ کر واپس باہر دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پہ شدید اضطراب پھیلا تھا۔ یہ آدمی ناقابل برداشت تھا۔ شدید ناقابل برداشت۔

☆ ☆ ☆

دلبری ٹھہرا زبان خلق کھلوانے کا نام
اب نہیں لیتے پری رو زلف بکھرانے کا نام

انیکسی کے اندر چھوٹا سا لونگ روم تھا جس میں ٹی وی چل رہا تھا اور سامنے بیٹھی حنین چینل بدل رہی تھی۔ اس نے ماتھے والے بال چھوڑ کر باقی پونی میں باندھ رکھے تھے اور ذرا بے چین سی لگ رہی تھی۔ ندرت اور فارس خاموش سے بیٹھے تھے۔

"تم نے اورنگ زیب انکل کی طرف نہیں جانا؟ انہوں نے بلایا جو تھا۔" ندرت نے اسے پکارا۔

"ان کی نوکرانی نے ہمیں آتے دیکھ لیا تھا' جب بلانا ہو گا خود بلا لیں گے۔"

"اچھا' اٹھ کر ہمارے لیے چائے تو بنا دو۔ کوئی کام نہیں کرتیں تم۔"

"امی! آپ سیدھے سیدھے کہہ دیں کہ حنہ تم باہر چلی جاؤ' ہمیں بات کرنی ہے' تو میں چلی جاؤں ناں۔" وہ ریموٹ رکھ کر برا سا منہ بناتی اٹھ گئی۔ فارس خاموشی سے دیکھتا رہا۔

"اب کہاں جا رہی ہو؟" ندرت نے پھر پکارا۔

"وارث ماموں کے پاس۔ وہ کال سننے باہر گئے تھے وہیں رہ گئے۔" وہ داخلی دروازے سے باہر نکل آئی اور دروازہ ذرا سا کھلا چھوڑ دیا۔ پھر باہر اس کے ساتھ کھڑے ہو کر' کان لگا کر سننے لگی۔ آنکھوں میں شرارت اور لبوں پہ مسکراہٹ تھی۔

"جی' کیا بات کرنی تھی آپ کو؟" فارس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

"ایسا ہے فارس کہ سلیم بھائی نے اپنی بیٹی زرتاشہ کے لیے اشاروں کنایوں میں بات کی ہے' اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں بات شروع کروں؟" وہ اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گئیں اور بڑی آس سے اس کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھ کر کہنے لگیں۔

"کیا زرتاشہ ہی ہے خاندان میں واحد لڑکی؟" اس نے ناک سے مکھی اڑائی اور بے زاری سے ادھر ادھر دیکھا۔

"اچھا تم بتاؤ' جہاں کہو گے' میں رشتہ لے کر چلی جاؤں گی۔"

حنین چہرہ دروازے پہ جھکائے' لب شرارت سے دبائے' سن رہی تھی۔

فارس چند لمحے کو ندرت کو دیکھتا رہا۔

"آپ کی نند..... اس کا بھی تو ابھی کہیں رشتہ نہیں ہوا۔" بہت ہی کوئی سرسری انداز میں کہا۔ ندرت چونکیں' پھر آنکھوں میں خوش گواری ابھری۔

"ہاں' اس کا بھی....." پھر رک گئیں' آنکھوں کی جوت بجھ گئی۔ فارس نے غور سے ان کے تاثرات دیکھے۔

"میں اس کے قابل نہیں یا وہ میرے؟"

"نہیں' اصل میں میری ساس..... وہ اتنی آسانی سے نہیں مانیں گی۔"

"نہیں مانتیں تو نہ مانیں۔ ایک دفعہ بات کر لیجئے گا بس۔" اس کے تاثرات ذرا سخت ہو گئے۔ ندرت نے جلدی سے بات سنبھالی۔

"نہیں' میں پوری کوشش کروں گی' وہ بہت اچھی لڑکی ہے' اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ اس کا ایک اور رشتہ بھی آیا ہوا ہے آج کل' میں پھر اسی ہفتے جا کر بات کرتی ہوں۔"

اور باہر' دل پہ ہاتھ رکھے کھڑی حنین' حیران' خوش' ایکسائٹمنٹ' غرض ہر جذبے سے گزر رہی تھی۔ تب

ہی کسی نے اس کو کان سے پکڑ کر دوسری طرف کھینچا۔ وہ گڑبڑا کر گھومی۔ وارث سامنے کھڑا تھا۔

"ماموں... میں آپ کی طرف ہی آرہی تھی۔"

"مگر میں نے سوچا کہ .... کن سوئیاں لینے میں بھی ہرج نہیں ہے۔" اس نے حنین کا فقرہ مکمل کیا۔ وہ ابھی تک کان رگڑ رہی تھی' جھنجلا کر اسے دیکھا۔

"آپ کدھر رہ گئے تھے؟ گرمی میں اتنی دیر سے کھڑے ہیں؟"

"وہ گاڑی ہٹا کر اپنی سامنے کر رہا تھا۔" اس نے فارس کی گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ حنین کا کان رگڑتا ہاتھ رکا' آنکھوں میں کچھ چمکا۔ اس نے وارث کے ہاتھ سے چابی جھپٹی اور گاڑی کی طرف بھاگی۔ جلدی سے دروازہ کھولا' فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی اور ڈیش بورڈ کے خانے کو الٹ پلٹ کرنے لگی۔ وارث ذرا حیران سا اس طرف آیا۔

"کیا کر رہی ہو؟"

"جب ماموں ہمیں پک کرنے آئے تھے تو.... مجھے دیکھ کر جلدی سے کچھ اس میں ڈالا تھا۔ مل گیا۔ بلکہ مل گئی۔" سیاہ مخملیں ڈبی ہاتھ میں لیے حنین نے فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھا اور پرجوش سے ہو کر ڈبی کھولی۔

"اوہ گاڈ' کنو' واپس رکھو فوراً"۔ یہ فارس کی پرسنل چیزیں ہیں۔"

"دیکھنے تو دیں۔" وارث نے ہاتھ بڑھا کر ڈبی لینی چاہی مگر اس نے ہاتھ دور کرلیا۔ ڈبی کھل چکی تھی اور وہ جو ٹاپس یا انگوٹھی کی توقع کر رہی تھی' خود بھی ٹھہر سی گئی۔

سیاہ مخمل پہ ہیرے کی ننھی سی لونگ تھی' بالکل مونگ کی دال کے دانے جتنی۔

"واپس رکھو اسے۔" دروازے کے ساتھ کھڑے وارث نے اب سختی سے کہا تو اس نے ڈبی بند کر کے احتیاط سے واپس رکھ دی' پھر خود بھی باہر نکل آئی۔ چہرے پہ مسکراہٹ تھی' آنکھوں میں چمک۔

"یہ نوز پن (ناک کی لونگ) تھی۔"

"فارس نے لی ہوگی کسی کے لیے۔ اب مت چھیڑنا اسے۔"

"آہا... مجھے پتا ہے کس کے لیے۔ میری پھپھو ناک کی لونگ پہنتی ہیں۔"

وارث کی آنکھوں میں ناگواری ابھری' بے اختیار ادھر ادھر دیکھا۔

"عقل کدھر ہے تمہاری؟ دوبارہ یہ بات مت کرنا۔"

"کیوں؟ میں نے کیا کہا ہے؟"

"میری بات سنو غور سے۔" وہ سنجیدگی سے اس کے سامنے کھڑا کہنے لگا۔ "مجھے بھی پتا ہے کہ تمہاری پھپھو ناک میں لونگ پہنتی ہیں' اور مجھے یہ بھی پتا ہے تم اندر سے کیا سن کر آرہی ہو فارس نے پہلا مشورہ مجھ سے کیا تھا۔ یہ باتیں حنین! ہمارے خاندانوں میں پسند نہیں کی جاتیں۔ ڈیڑھ دو سال پہلے تک وہ اس کا اسٹوڈنٹ بھی رہا ہے' اگر اس نے تب یہ بات نہیں کی تو اس لیے کہ خاندان میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ان کا کوئی.... افیئر رہا ہے۔ اب یہ والی بات...." سختی سے ڈیش بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ کسی کے سامنے نہیں دہرانی تم نے۔ ندرت آپا کے سامنے بھی نہیں۔"

"اچھا۔" حنین نے منہ بنا کر گردن پھیرلی۔ سارے ایڈونچر کا ان احتیاط پسند ماموں نے بیڑا غرق کر دیا تھا۔ تب ہی میری اینجیو اس طرف آتی دکھائی دی۔ حنین بے اختیار سیدھی ہوئی۔

"کاردار صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔"

حنین سرہلا کر جانے لگی تو وارث کار لاک کر کے آگے آیا۔ "ٹھہرو! اکیلی مت جاؤ' میں ساتھ آرہا ہوں۔" اس کے چہرے پہ کافی سختی سمٹ آئی تھی۔

☆ ☆ ☆

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری
تنہا پس زنداں' کبھی رسوا سر بازار

ہاشم کے کمرے کی کھڑکی کا رخ انیکسی کی طرف تھا'

اس لیے وہاں سے یہ منظر صاف نظر آتا تھا۔ ہاشم ایک سرسری نظر ان پر ڈال کر پلٹا۔ سامنے بیڈ پہ کھلا بیگ رکھا تھا اور شہرین الماری سے ہینگرز نکال نکال کر ڈھیر کر رہی تھی۔ وہ بھنچے ہوئے ابرو کے ساتھ اسے دیکھتا رہا۔

"کچھ عرصے سے تمہارے انگلینڈ کے چکر زیادہ نہیں لگ رہے؟"

ہینگر سے شرٹ اتارتے شہرین کے ہاتھ تھمے، پھر اسے کھینچ کر اتارا، تین تہیں لگائیں، بیگ میں رکھا اور سنہرے بال کان کے پیچھے اڑستی سیدھی ہوئی۔

"مسز کاردار نے پیشکش کی تھی اور وہاں میری خالہ بھی رہتی ہیں۔ اچھا ہے اس بہانے ان سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ تمہارے پاس وقت ہوتا تو ہم ایک فیملی کی طرح جاتے۔"

"کوئی بات نہیں۔ تم شاید میرے بغیر وہاں زیادہ خوش رہتی ہو۔" وہ تلخی سے کہتا آنکھیں سکیڑ کر اسے کپڑے تہہ کرتے دیکھ رہا تھا۔

"تم جھگڑے کے موڈ میں ہو؟" اس نے بےزاری سے کہتے ہوئے ڈریسر سے ایک ڈبا اٹھایا اور اس میں چیزیں بھرنے لگی۔

"جھگڑے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہاں جا کر بھی تم نے میری بیٹی ملازموں پہ چھوڑ دینی ہے۔ اس کا بخار پچھلے ہفتے ٹھیک ہوا ہے مگر شیری! تمہارے پاس نہ ادھر اس کے لیے وقت ہوتا ہے، نہ ادھر ہو گا۔"

"تم وقت نکالنا شروع کرو، میں پیروی کروں گی۔"

وہ لپ اسٹکس اٹھا اٹھا کر ڈبے میں ڈال رہی تھی۔ ہاشم تلخی سے سر جھٹک کر باہر نکل گیا۔

راہداری کے دوسرے سرے پہ ایک کمرے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ وہ نرسری تھی اور ادھر کاٹ کے ساتھ ایک ملازمہ کھڑی نظر آ رہی تھی۔ ہاشم کی آنکھوں میں افسوس ابھرا، پلٹ کر ایک ملامتی نظر اپنے کمرے پہ ڈالی اور سیڑھیاں اترنے لگا۔

بیچ سیڑھیوں کے وہ رک گیا۔ ابرو بھنچ گئے۔ پھر تیزی سے آخری زینے تک آیا۔

"تمہارا بھائی ملا تھا مجھے پچھلے سال کہہ رہا تھا جب بھی کمپیوٹر خراب ہوتا ہے، وہ تمہیں کال کرتا ہے۔" اورنگ زیب صوفے پہ براجمان کہہ رہے تھے۔ سامنے والے صوفے کے کنارے حنین ٹکی تھی اور بار بار کبھی ساتھ کھڑے وارث کو دیکھتی، کبھی کھڑکی کے ساتھ موجود خود کو سلگتی نظروں سے گھورتی جواہرات کو۔

"بھائی کمپیوٹرز میں اچھا نہیں ہے۔ اس لیے۔" وہ ذرا تذبذب سے بولی، پھر دوبارہ جواہرات کو دیکھا۔ جواہرات اب سینے پہ بازو لپیٹے، تندہی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ عام حالات میں پر اعتماد رہنے والی حنین گڑبڑا رہی تھی۔ ہاشم بمشکل ضبط کر کے وہیں کھڑا رہا۔

"یہ لیپ ٹاپ....." اورنگ زیب نے میز کی طرف اشارہ کیا۔ "چل نہیں رہا۔ ویسے تو میں کسی کو بھی بلا لیتا مگر..... تمہارا امتحان بھی آج لے لیتے ہیں۔"

حنین نے ایک نظر وارث کو دیکھا۔ جس پہ اورنگ زیب نے دوسری نظر بھی نہیں ڈالی تھی، اور پھر لیپ ٹاپ اٹھا کر گود میں رکھا۔ اسے کھولا۔ آن کیا۔ اب وہ جواہرات کو دانستہ طور پہ نہ دیکھنے کی سعی کر رہی تھی۔

اسکرین پہ کچھ حروف لکھے آ رہے تھے۔ حنین نے چند کیز دبائیں۔ پھر نگاہ اٹھائی تو آخری سیڑھی پہ کھڑا ہاشم بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بالکل سانس روکے۔ مضطرب۔

کاردارز کے چہروں کی تاب لانا مشکل تھا، وہ سر جھکا کر اسکرین کو دیکھنے لگی۔ چند بٹن مزید دبائے۔ سسٹم چلنے لگا۔

"غالباً" یہ آن ہو گیا ہے۔ تو پھر حنین! کیا مسئلہ تھا اس میں؟" اورنگ زیب نے ایک استہزائیہ مسکراہٹ سے بیوی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ حنین نے چہرہ اٹھایا۔ ہاشم سے نظر ملی۔ ہاشم نے ہلکا سا نفی میں سر ہلایا۔ "اونہوں کچھ منفی مت بتانا۔"

اس نے اورنگ زیب کو دیکھا۔ وہ منتظر تھے۔ وہ کسی فیملی وار کے درمیان پھنس گئی تھی۔ نارمل حالات میں اسے..... ایک منٹ وہ نارمل نہیں تھی۔ وہ

حنین تھی۔ اس نے تن کر گردن سیدھی کی' لیپ ٹاپ کا رخ ان کی طرف پھیر کر اسے میز پہ واپس رکھا اور بالکل سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"اس میں کوئی بھی مسئلہ بھی نہیں تھا۔ اسٹارٹ اپ کا مسئلہ بھی خود ساختہ تھا' شاید آپ نے یا کسی اور نے۔" معصومیت سے مسز کاردار کی آنکھوں میں دیکھا۔ "کوئی شرارت کی تھی اس کے ساتھ۔" گردن اورنگ زیب کی طرف موڑلی' مسکرائی۔ وہ بھی سر کو خم دے کر ہلکا سا مسکرائے۔ ہاشم نے "اف" کراہ کر آنکھیں بند کیں۔ "یہ بچے بھی نا۔"

"میں اس فیور کو یاد رکھوں گا۔" اورنگ زیب نے بلند آواز میں کہا تھا۔ حنین اور وارث جانے کے لیے مڑے۔

"کیا کھانا کھا کر نہیں جاؤ گی؟" جواہرات ذرا مسکرا کر سرد آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں' ہم جلدی میں ہیں۔" وارث نے اسے اشارہ کیا۔

"بہت عرصے سے تم نے مجھے موویز کی فہرست نہیں بھیجی؟" اورنگ زیب نے اسی سخت اور بارعب لہجے میں پوچھا تھا' شاید ان کا سب سے نرم انداز یہی تھا حنین نے بے نیازی سے شانے جھٹکے۔

"میں اب موویز نہیں دیکھتی۔ وہ دو تین گھنٹے میں ختم ہو جاتی ہیں اور پھر دل کرتا ہے' بالکل اس جیسی مووی اور بھی دیکھی جائے' مگر ویسی مووی نہیں ملتی۔ سو میں اب امریکی ٹی وی شوز دیکھتی ہوں۔ لمبے لمبے سیزن.... بار بار کی انجوائے منٹ۔"

یہ وہ آخری بات تھی جو اس نے کہی' پھر خدا حافظ کہہ کر وہ نکل آئے۔ دروازہ بند کرتے ہوئے وارث نے ایک خاموش مگر گہری نظر ہاشم پہ ضرور ڈالی تھی۔

"میں تمہیں ایک نصیحت کروں گا۔ کاردارز سے فاصلہ رکھنا۔ یہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ سبزہ زار عبور کر رہے تھے جب اس نے کہا۔ حنین نے الٹا تعجب سے اسے دیکھا۔

"میں تو دو سال سے ان کے گھر بھی نہیں آئی' کاردار صاحب کو بھی آخری میل سال پہلے کی تھی شاید۔ یہی بھجواتے ہیں ہر ماہ باسکٹ۔ مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ ان کا بزنس کیا ہے۔"

"باسکٹ؟" اس سوال پہ حنین دل کھول کر ہنسی۔

"ہاشم بھائی کی بیٹی چھ مئی کو پیدا ہوئی تھی' سو ہر ماہ کی چھ تاریخ کو چاکلیٹس اور برانڈڈ سوئیٹس سے بھری باسکٹ سب رشتے داروں کے گھر آتی ہے کہ بھئی اب سونیا اتنے ماہ کی ہو گئی' اب اتنے کی۔ جب تک وہ دو سال کی نہیں ہو جائے گی' یہ ہوتا رہے گا۔ امیروں کے چونچلے۔"

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے دور ہوتے جا رہے تھے۔

ہاشم نے کھڑکی سے ان کو جاتے دیکھا' آنکھوں میں گہری سوچ تھی' مگر پھر باپ کی آواز نے چونکایا۔

"ہاشم! مجھے ڈرافٹ نکال کر دو تاکہ میں پیپرز بنواؤں اور یہ کام تمہاری ناقابل اعتبار ماں کے جانے سے پہلے ہو جانا چاہیے۔"

ہاشم کے ابرو تن گئے' خاور کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ چلا گیا تو وہ سامنے آیا صوفے پہ براجمان باپ کے بالکل سامنے۔

"میری ماں کو ملازموں کے سامنے بے عزت مت کیا کریں۔"

وہ کھڑے ہوئے' ایک خشمگیں نگاہ اس پہ ڈالی اور دوسری جواہرات پہ' جس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے' آنکھوں میں مسرت چمکی۔

"جو کہا ہے' وہ کرو' مجھے مت سمجھایا کرو۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کا دروازہ بند ہوتے ہی جواہرات تیزی سے اس کے قریب آئی۔

"کیا تم نے دیکھا' وہ ہمیشہ کس ہتک سے ملازموں کے سامنے۔"

"ممی! میرے ساتھ میرے باپ کے خلاف بات مت کیا کیجئے۔" جواہرات رک گئی' نگاہیں یک ٹک ہاشم کے چہرے پہ ٹھہر گئیں۔ وہ غصے میں لگ رہا تھا۔

"آئندہ آپ ان سے غلط بیانی نہیں کریں گی۔

زمین نہیں پہنچنی تو مجھے بتائیں' ہاشم ہر مسئلہ سنبھال سکتا ہے۔ خود غلط قسم کے اقدام مت کیا کریں۔"

جواہرات نے اس کو دیکھتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی۔ ہاشم ایک طرف سے گزر کر باہر نکل گیا۔

برآمدے کے اونچے ستونوں کے ساتھ خاور چوکس مودب کھڑا تھا۔ وہ برہمی سے کہتا اس کے سامنے آیا۔

"تم میری ماں کے لیے کام نہیں کرتے' میرے باپ کے لیے بھی کام نہیں کرتے۔ تم میرے لیے کام کرتے ہو۔ آئندہ ان دونوں کا کوئی بھی ایسا حکم مت ماننا' جو ان کے درمیان کسی جھگڑے کا سبب بنے۔ کیا میں دہراؤں یا تم سمجھ گئے ہو؟" خاور نے سر جھکا لیا۔

"سوری سر! مسز کاردار نے مجھے دھمکی... او کے میں احتیاط کروں گا۔"

ہاشم نے گہری سانس لے کر گردن موڑی۔ یہاں سے انیکسی نہیں نظر آتی تھی' وہ پچھلی طرف تھی' مگر اسے کچھ ان دیکھا نظر آیا تھا۔

"یہ آدمی... فارس کا بھائی وارث غازی' اس پہ نظر رکھو خاور! فون ٹیپ کرو' آفس بگ کرو۔ جو بھی کرو میں نے سنا ہے یہ پیٹرولیم در آمدات کی ڈیلنگز کی رپورٹ تیار کر رہا ہے۔ بظاہر کوئی خطرے کی بات نہیں ہے' مگر جس طرح یہ مجھے دیکھ رہا تھا... ابھی سمجھ گئے ہو نا؟" اس کا کندھا تھپتھپا کر پوچھا۔ خاور نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"گڈ!" ہاشم واپس مڑ گیا اور کاردار قصر پہ اترتی نیلی شام آہستہ آہستہ سیاہی میں بدلتی رہی۔

☆ ☆ ☆

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں مسجود ملائک ہوں' مجھے انسان رہنے دو

ذوالفقار یوسف کے گھر کا لاؤنج آج زیادہ ہی پر رونق لگ رہا تھا۔ زمر رات ان کے پاس ٹھہرنے کو آئی تھی۔ ندرت خوشی خوشی اسٹور سے صاف تولیے اور لحاف وغیرہ نکال رہی تھیں۔ حنین البتہ قدرے مضمحل سی زمر کے سامنے والے صوفے پہ پیر اوپر کر کے بیٹھی تھی۔ زمر نے بہت دفعہ سوچتی نظروں سے اسے دیکھا مگر پھر خاموش رہی۔

حنین کا چہرہ اسکول سے آتے ساتھ ہی ایسا تھا۔ جس بات کو وہ اتنے دنوں سے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی' وہ آج زیادہ بھیانک طریقے سے سامنے آگئی تھی۔ اس کی اس بدتمیز' مغرور اور نالائق کلاس فیلو سبرینہ جاوید کی والدہ یاسمین جاوید جو اسکول کی وائس پرنسپل بھی تھیں' نے اسے آج اپنے آفس میں بلایا تھا۔

"آپ نے نائنتھ میں بورڈ ٹاپ کیا تھا حنین! کیونکہ آپ کے نوٹس بہت اچھے ہوتے ہیں۔"

"جی... میم!" اس نے محتاط نظروں سے ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ کرسی پہ بہت تمکنت اور رعب سے بیٹھی اسے دیکھ رہی تھیں۔

"اور سبرینہ کافی دن سے آپ سے نوٹس مانگ رہی ہے' نہ نوٹس آپ نے دیے نہ ہی اس کی پریکٹیکل نوٹ بک بنا کر دی۔"

"میم! وہ نوٹس میں لیکچر کے دوران لیتی ہوں۔ انگریزی کے خط' مضمون وغیرہ میں جن کتابوں سے تیار کرتی ہوں وہ میرے بھائی اور پھپھو کی پرانی کتابیں ہیں۔ وہ میں کیسے کسی کو دے سکتی ہوں؟ اور میں اس کو کیوں نوٹ بک بنا کر دوں؟"

"آپ کو پتا ہے نائنتھ کا بورڈ ٹاپ تب میٹر کرے گا جب آپ دسویں میں بھی ٹاپ کریں۔ ملا کر رزلٹ آئے گا نا؟ سو آپ سبرینہ کی مدد کیا کریں' اگر نہیں کریں گی تو اس بات کو ذہن میں رکھیے گا کہ وائس پرنسپل چاہے تو آپ کا داخلہ بھی نہ بھیجے' چاہے تو ایسے کمنٹس لکھ کر اسکول سے خارج کر دے کہ اگلے تین سال تک کوئی اسکول ایڈمیشن دینے کا اہل نہ رہے۔ منڈے تک سبرینہ کی نوٹ بک تیار ہونی چاہیے۔ آپ جا سکتی ہیں۔"

اور وہ بے بسی' غصہ' یہاں تک کہ ڈر' ہر جذبے میں گھری واپس آئی اور تب سے ایسے ہی تھی۔

"امی... میرے براؤن جوتے نہیں مل رہے

لنڈے والے۔" سیم کو پھپھو کی موجودگی میں تازہ تازہ خریدے جوتوں کو دکھانے کی جلدی تھی اس لیے کافی دیر سے آوازیں لگا رہا تھا۔ حنین چونکی، پھر اٹھ کر اندر گئی جہاں وہ الماری کھولے کھڑا تھا اور اسے زور کی چٹکی کاٹی۔

"کتنی دفعہ امی نے بتایا ہے، لنڈا نہیں کہتے، ایل شاپ کہتے ہیں۔"

"اچھا!" اور پھر سے حلق پھاڑ کر چلایا۔ "امی، امی! میرے ایل شاپ والے جوتے نہیں مل رہے، جو لنڈے سے لیے تھے۔"

"اف!" وہ کراہ کر باہر نکل آئی۔ زمر بمشکل مسکراہٹ روک کر بیٹھی تھی۔ حنین پھیکا سا مسکرائی۔

"باہر ہوا ہے اوپر ٹیرس پہ بیٹھتے ہیں۔" زمر اٹھ کھڑی ہوئی۔ سیم جوتے ڈھونڈ کر فوراً" باہر آیا اور آنکھیں پھیلائے تعجب سے اسے دیکھا۔

"پھپھو! اس وقت باہر نہیں جائیے گا۔ ہمارے لان کا درخت ٹیرس تک جاتا ہے۔ اس پہ جن ہوتے ہیں۔"

زمر نے گہری سانس لی۔ جنات.... جن کے بارے میں سنانے کو ہر شخص کے پاس ایک کہانی ضرور ہوتی ہے۔

"اور پتا ہے پھپھو! میرے دوست کے گھر کے قریب ایک قبرستان ہے جہاں۔" سیم پرجوش سا سنانے لگا۔ وہ اس عمر میں داخل ہو گیا تھا جب بچے اسکول سے آکر "میری ٹیچر اور میرا دوست" کے اقوال زریں سارا وقت سناتے ہیں۔ زمر نے نرمی سے اس کے ماتھے سے بال ہٹائے۔

"میں تمہیں اس سے بہتر کہانی سناتی ہوں۔ مگر پہلے اوپر چلو۔" سیم کی پریشانی نظرانداز کر کے وہ اوپر آ گئے۔ حنین بھی بجھی بجھی سی ان کے ساتھ تھی۔

اوپر والا پورشن کسی دوسری فیملی نے کرائے پہ لے رکھا تھا۔ البتہ ٹیرس کی طرف بیرونی لوہے کا زینہ جاتا تھا اور وہاں یہ لوگ بھی بیٹھ جایا کرتے تھے کبھی کبھار۔ باغیچے کا درخت ٹیرس کے ایک حصے پہ گھنا سا سایہ کرتا تھا۔ وہ درخت سے دور، وسط میں بچھی کرسیوں پہ جا بیٹھے۔

"تو اسامہ یوسف خان جنات سے ڈرتا ہے؟" سیم کو بازو کے حلقے میں لے کر اپنے ساتھ بٹھائے، وہ کن اکھیوں سے سامنے بیٹھی حنین کو دیکھتے ہوئے بولی۔ سیم نے تذبذب سے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ... ڈراؤنے ہوتے ہیں نا۔"

"اور یہ تو تمہیں پتا ہے کہ انسان فرشتوں اور جنوں سے زیادہ اشرف ہے۔ یعنی کہ زیادہ نوبل ہے۔"

"مجھے پتا ہے۔" اس نے دینیات میں پڑھ رکھا تھا۔ اشرف المخلوقات۔

"تو انسان زیادہ نوبل اس لیے ہوتے ہیں کیونکہ ہم وہ بھی کر سکتے ہیں جو جن نہیں کر سکتے۔"

"جن غائب ہو سکتے ہیں پھپھو!"

"ہاں اور ہمیں چھپنے کے لیے غائب ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ آرام سے پریشانی اور اندر کا خوف دوسروں سے چھپا کر خود کو نارمل ظاہر کر لیتے ہیں۔" زمر نے کن اکھیوں سے دیکھا۔ حنین چونکی تھی۔

"مگر وہ اڑ بھی سکتے ہیں۔" سیم کو جنوں کی تحقیر پسند نہیں آرہی تھی۔

"اور ہمیں اوپر جانے کے لیے پیروں کی ضرورت نہیں۔ ہمارا کردار ہمیں بلند کرتا ہے۔ ہم زیادہ مضبوط ہیں کیونکہ ہم اپنی فیملی کا مشکل اور پریشانی میں ہاتھ تھامتے ہیں۔"

"مگر..." سیم ذرا کی ذرا درخت کو دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا مگر زمر اسے سمجھا بھی نہیں رہی تھی۔

"میں تمہارے دوست سے زیادہ اچھی جنوں کی کہانی سناتی ہوں تمہیں۔" وہ سیم کو مخاطب کر کے اس کے بال سہلاتی کہہ رہی تھی۔ حنین بھی ذرا آگے ہو کر غور سے سننے لگی۔

"صدیوں سے جن آسمانوں کا سفر کرتے، فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے۔ پھر ایک دن اچانک انہوں نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے سخت پایا۔ وہ کان لگانے گئے

توان پہ شعلے برسنے لگے۔ وہ اس وقت نہیں جانتے تھے کہ ان کے رب نے انسان کے ساتھ نیکی کا ارادہ کیا ہے یا برائی کا۔ تو وہ زمین میں پھیل گئے تاکہ خبر لیں کہ کیا غیر معمولی واقعہ پیش آ رہا ہے جو آسمان پہ اتنے پہرے لگ گئے ہیں۔"

کہتے ہوئے اس نے آسمان کو دیکھا۔ وہ تاریک تھا۔ چاند کے بغیر، صرف تاروں سے ڈھکا۔ پراسرار، خاموش اور گہرا۔

"پھیلتے پھیلتے ان میں سے کچھ وادی **نخلہ** پہ جا پہنچے۔ وہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو قرآن اتر رہا تھا۔ نماز کا قرآن جب انہوں نے سنا تو ان کے دل بدل گئے۔ وہ فوراً" اپنی قوم، اپنے خاندانوں کی طرف پلٹے اور ان کو بتایا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو راہنمائی دیتا ہے۔ تو سیم یوسف..... تمہارے دوست **کا دوست** جو بھی کہے، مجھے تو قرآن میں جنات کا ذکر بہت پیار سے بیان کیا ملا ہے۔ مجھے تو وہ بہت نوبل لگے۔ انہوں نے سچائی جان لی تو اسے چھپایا نہیں۔ اپنے لوگوں میں واپس جا کر ان تک حق پہنچایا۔ یہ تو انسانوں کی اچھائی ہے نا۔ سچ کے لیے اسٹینڈ لینا۔ کیا اب بھی تم جنوں سے ڈرتے ہو؟"

سیم جو بالکل مسحور ہو کر سن رہا تھا، استفسار پہ چونکا ذرا سے شانے گرائے۔

"نن..... نہیں تو۔"

"جنوں سے نہ ڈرا کرو سیم! ایٹم بم نہ انہوں نے بنائے تھے، نہ برسائے تھے۔ انسان زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"

حنین یک ٹک، مبہوت سی سن رہی تھی۔ زمر اب سیم کو نیچے سے کچھ لانے کے لیے بھیج رہی تھی۔ جب وہ چلا گیا تو اس نے زمر کو اپنی طرف رخ کرتے دیکھا۔

"اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تم ڈرنا چھوڑ دو حنہ! انسان کو انسان بننے کے لیے بہادر بننا ہوتا ہے۔" نرمی سے مسکرا کر کہا۔ تاریک رات، گھنا درخت، ٹیرس کی تنہائی، حنین کے اندیشے، خوف سب اس کی آنکھوں کی نرمی میں زائل ہو تا گیا۔ زمر نہیں پوچھے گی، یہ تو طے تھا۔ وہ صرف سوال کا اعتماد دے کر فیصلہ دوسرے پہ چھوڑ دے گی۔

حنین اٹھی اور سیم کی جگہ پہ اس کے قریب آ بیٹھی۔ اب سر جھکا کر انگلیاں مروڑتے ہوئے بات کا آغاز کرنا چاہا، مگر الفاظ حلق میں پھنس گئے۔ زمر نے غور سے اس کا جھکا چہرہ دیکھا۔

"میں ایک بہت پر اعتماد لڑکی کو جانتی ہوں، جو ہر بات کا ترنت جواب دے کر سب کو ہنسا دیتی ہے۔ آج کیا وہ گھر پہ نہیں ہے۔ میں جب سے آئی ہوں، مجھے نظر نہیں آئی؟"

حنین ہلکا سا ہنس دی۔ سر اٹھایا۔ ہنسی سمٹی۔ آنکھوں میں اضطراب ابھرا۔

"**علیشا** کہتی ہے، میری امریکن دوست کہ مسئلوں کے دو حل ہوتے ہیں، یا خود میں ہمت تلاش کرو یا زیادہ ہمت والے کو۔"

"اور.....؟"

"میری کلاس فیلو **مبرینہ**....." پہلا قدم مشکل ہوتا ہے، پھر اگلے قدم تو خود بخود اٹھنے لگ جاتے ہیں۔ جیسے برسوں کی عادت ہو۔ ساری بات سن کر زمر نے سنجیدگی سے کہا۔

"پہلی بات، تمہیں اسکول میں bully کیا جا رہا ہے، بلکہ یہ ہراس منٹ ہے اور یہ جرم ہے۔ حنہ! کبھی بھی زندگی میں ظلم کے اوپر خاموش نہیں رہنا، اوکے؟"

حنین نے فوراً" اثبات میں گردن ہلائی۔

"دوسری بات، یہ مسئلہ تو میں دو دن میں حل کر سکتی ہوں۔ میرے پاس ایک ایسا پلان ہے جس کے بعد وہ ٹیچر دوبارہ تمہیں دھمکانے کی جرات نہیں کر سکیں گی۔"

"واقعی؟" حنین کی آنکھوں میں حیرت، خوشی، غرض ہر مثبت جذبہ چمکنے لگا۔

"ہاں، تم دیکھتی جاؤ۔ میں کیا کرتی ہوں۔"

حنین کا چہرہ گویا دمکنے لگا۔ الفاظ دنیا بناتے ہیں۔ الفاظ دنیا بکھیرتے ہیں۔ صرف الفاظ نے ہی اسے اتنا

مطمئن کر دیا تھا۔ وہ پرسکون سی ہو کر بیٹھ گئی' پھر جلدی سے سیدھی ہوئی۔

"اوہ۔ امی نے ٹرائفل بنا کر رکھا تھا فریج میں۔ آئیں نیچے چلتے ہیں' ورنہ موٹا آلو سب کھا جائے گا۔"

زمر ہلکا سا ہنس دی مگر وہ نیچے نہیں گئی۔ اس نے حنہ کے جانے کا انتظار کیا۔ ساتھ ہی چہرے کا پرسکون تاثر غائب ہوا۔ اس کی جگہ مضطرب سوچ نے لے لی۔ اس نے موبائل نکالا' فون بک اوپر نیچے کی۔ ایک نمبر پہ رکی۔

اس نے چوتھی گھنٹی پہ اٹھا لیا تھا۔

"فارس! میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

وہ جم سے آرہا تھا' سانس ابھی تک پھولا ہوا تھا۔

نہیں میم! بتایئے۔"

"میری ایک فرینڈ کا کیس ہے.... مقابل ایک اسکول کی وائس پرنسپل ہیں۔" تاریک رات میں سرگوشی نما آواز میں وہ کہہ رہی تھی۔ "اور وہ خاتون ہاتھ نہیں آرہیں' تو ان کو ڈیل کرنے کا کوئی پلان ہے آپ کے پاس؟"

زمر نے گہری سانس لی۔ نیچے سے حنین اور اسامہ کے پھر کسی بات پہ لڑنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ سماعت کی حد سے دور تھے۔

"نہیں' لیکن اگر میں یہ اس فرینڈ کو ابھی کہہ دیتی تو وہ کبھی دوبارہ اپنا مسئلہ لے کر میرے پاس نہیں آئے گی۔ سچ بتاؤں تو مجھے نہیں پتا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"اوکے آپ ان خاتون کا کوئی نمبر' پتا وغیرہ دے دیں ان کی بیک گراؤنڈ فائل تیار کر کے آپ کو بھجوا دوں گا۔ کچھ تو مل جائے گا ان کے خلاف استعمال کرنے کو۔"

"تھینک یو سو مچ فارس! بس یہ ہمارے درمیان رہے۔"

"ٹھیک اور کوئی مسئلہ؟" وہ ذرا رکا۔ مگر زمر نے دوبارہ سے شکریہ کر کے فون رکھ دیا۔ اب وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔

بے چارے پرانے اسٹوڈنٹس کتنی عزت کرتے ہیں۔ کاش میڈم یاسمین بھی عزت کروانا جانتی ہوتیں۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

کبھی کبھی آرزو کے صحرا میں آکے رکتے ہیں قافلے سے

صبح حنین حسب عادت بھاگم بھاگ اسکول کے لیے تیار ہوئی تھی۔ زمر اور سیم بالکل تیار اس کے انتظار میں دروازے پہ کھڑے تھے۔ ادھر وہ آئی' ادھر گھنٹی بجی۔ زمر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ایک نوجوان باہر کھڑا تھا۔ سوٹ میں ملبوس۔ سن گلاسز لگائے ہاتھ میں لمبا سا ڈبا۔

"حنین یوسف؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی ایک طرف ہوئی۔ حنین باہر آئی۔

"کاردار صاحب نے بھجوایا ہے۔" وہ ان کا کوئی ملازم تھا۔ پیکٹ حوالے کر کے مودب سا پلٹ گیا۔ باہر اس کی کار کھڑی تھی۔

حنین قدرے حیران' قدرے الجھی ہوئی ڈبا لے کر اندر آئی۔ گول میز پہ اسے رکھا۔ سب ارد گرد اکٹھے ہو گئے۔ اس نے ذرا تذبذب سے ڈھکن ہٹایا اور پھر.... وہ سانس لینا بھول گئی۔

نیا نکور لیپ ٹاپ' آئی پیڈ' آئی فون' آئی پوڈ۔ ہر جدید آلہ الگ الگ ڈبے میں تھا۔ اور ان کے اوپر ایک نوٹ۔

"میں کسی کا احسان نہیں بھولتا۔ اورنگ زیب۔"

زمر نے نوٹ پڑھا۔ ندرت نے آہستہ سے اسے بتایا کہ وہ کون ہیں۔ (فارس کا وہ کزن ہاشم جس کا سعدی اکثر ذکر کرتا ہے؟ اوکے!) وہ حنین کے تاثرات دیکھنے لگی۔ جو اب شاک سے نکل کر خوشی خوشی سب کھولنے لگی۔ ندرت البتہ چپ ہو گئیں۔

"اتنے مہنگے تحفے۔ یہ ہمیں نہیں رکھنے چاہئیں۔"

زمر سیم کو لے کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ وہ ان کی اتنی ذاتی سی گفتگو میں مخل نہیں ہونا چاہتی تھی۔ نکلتے ہوئے اس نے حنین کی آواز سنی۔

"امی یار! کیا ہے؟ میں نے ان کا لیپ ٹاپ ٹھیک

کیا، وہ شکریہ کرنا چاہ رہے ہیں، ایسے کیسے واپس...." وہ باہر آ گئی۔

جب حنہ کار میں آ کر فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تو اپنی امی کا موبائل کان سے لگائے بات کر رہی تھی۔ زمر کو معلوم تھا کس کی کال ہو گی۔

"اس کی آدھی رات ہو گی حنہ!" اس نے مسکرا کر کہتے کار اسٹارٹ کی مگر وہ سنے بغیر پر جوش سی تفصیلات بتا رہی تھی۔

"لیپ ٹاپ سلور کلر کا ہے اور آئی پوڈ۔"

"میری بات سنو حنہ! تم یہ سب واپس کر دو۔" وہ نیند سے اٹھ چکا تھا اور اب مکمل الرٹ تھا۔ وہ بولتے بولتے رک گئی۔ زمر نے ڈرائیو کرتے ایک نظر اس پہ ڈالی۔

"یہ سب میں تمہیں لے دوں گا۔"

"اور اگر تب میں آپ کو واپس کر دوں تو آپ کو کیا لگے گا بھائی! انہوں نے کوئی غریب رشتے دار سمجھ کر، ترس کھا کر نہیں دیا۔ میں نے ان کا کام کیا تھا، انہوں نے شکریہ ادا کیا ہے۔ اگر میں تحفوں کی لالچی ہوتی تو جب وہ کبھی کبھار پوچھتے ہیں کہ فلاں ملک جا رہا ہوں تمہیں کچھ چاہیے تو ہر دفعہ یہ کہہ کر انکار نہ کرتی کہ سوری انکل! میں بغیر وجہ کے تحفہ نہیں لیتی۔"

"اوہ اچھا۔" وہ واقعی سمجھ گیا۔ "او کے تم رکھ لو۔ اب مجھے سونے دو۔"

حنین نے فون رکھ دیا اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ پھر قدرے الجھتے ہوئے زمر کو دیکھا۔

"اگر آپ کو کوئی ایسے تحفہ دے تو آپ رکھ لیں گی؟" وہ اپنے عمل کی صفائی چاہ رہی تھی۔ زمر کو جیسے کچھ یاد آ گیا۔ اس نے گیئر سے پچھلا خانہ کھولا اور کچھ نکال کر اس کی گود میں رکھا۔ سیاہ مخملیں ڈبی اور ایک تہہ شدہ کاغذ۔ حنین یوسف سن رہ گئی۔

"کل صبح مجھے یہ کسی نے کوریر کیا تھا۔ پڑھو۔"

حنین کا چہرہ فق ہوا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے زمر کی شکل دیکھی۔ وہ پر سکون ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس نے دھڑکتے دل سے کاغذ اٹھایا۔ جیولری تک ٹھیک تھا۔

ماموں سے لو لیٹر کی توقع نہیں تھی۔ کاغذ کی تہیں کھولیں۔

"پہلے کہنے کی ہمت نہیں ہوئی کلاس میں کبھی۔ یہ آپ پہ اس سے زیادہ سوٹ کرے گی جو آپ پہنتی ہیں۔"

(اسے لو لیٹر کہتے ہیں؟ اس سے اچھا لو لیٹر تو لنکن بروز لکھ لیتا) ماموں کی لکھائی وہ صاف پہچان گئی۔ خوف زائل ہوا، الجھن سے سر اٹھایا۔

"کیا آپ یہ نوز پن رکھیں گی؟"

زمر نے چونک کر اسے دیکھا۔ "تم نے تو ابھی اسے کھولا ہی نہیں۔"

حنین کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

"اس میں... لکھا ہے کہ یہ آپ پہ سوٹ نہیں کرتا۔" ناک کو انگلی سے چھوا۔ "اگر کسی کا اتنا سینس ہے تو یہ بھی معلوم ہو گا کہ نوز پن زیادہ اچھی لگے گی۔ اب دیکھیں میرا گیس ٹھیک نکلتا ہے یا...." کہتے ساتھ ڈبی کھولی۔ ہیرے کی لونگ سامنے تھی۔ حنین نے فاتحانہ دیکھا کہ کرشانے اچکائے۔

"کیا آپ کو معلوم ہے یہ کس نے بھیجا ہے؟" ذرا احتیاط سے پوچھا۔

"اتنے بیجز پڑھائے ہیں، سینکڑوں اسٹوڈنٹس گزرے۔ مگر بہت کم لڑکیوں کو میرے گھر کا پتا معلوم ہے۔ انہی میں سے کوئی ہو گی۔"

"ہو گی؟" حنین کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"تو.... اب آپ کیا کریں گی؟"

"اس کوریر کمپنی جا کر واپسی کا پتا لینے کی کوشش کروں گی، آخر انہوں نے بھی کیسے ڈائمنڈ جیولری کوریر ہونے دی۔ پھر اس کو واپس کروں گی، کیونکہ میں اسٹوڈنٹس سے تحفے نہیں لیتی۔ یہ میرے اصولوں کے خلاف ہے۔"

"تو پھر میں بھی کاردار صاحب کو یہ سب واپس کر دیتی ہوں۔ میرے بھی کچھ اصول ہونے چاہئیں۔ بات ختم۔" حنین نے ذرا خفگی سے کاغذ ڈبی میں رکھا۔ ڈبی واپس رکھی اور باہر دیکھنے لگی۔

زمر نے گہری سانس لی۔ حنین اور اپنے درمیان تازہ تازہ تکلف کی خلیج میں آنے والی کمی کو ایک اصول کے پیچھے ... ؟ اونہوں۔ اصولوں میں ترمیم ہو سکتی ہے۔ اپنوں کے لیے سب ہو سکتا ہے۔

"اوکے 'میں اسے رکھ لیتی ہوں۔" حنین محض سر ہلا کر باہر دیکھتی رہی۔ زمر نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"تم کیوں مسکرا رہی ہو؟"

اس نے گڑبڑا کر جبڑا سیدھا کیا اور گردن دائیں بائیں گھمائی۔ "نہیں تو۔" اور مزید رخ پھیر لیا۔

اسکول میں وہ دونوں ایک ستون کے ساتھ آ کھڑی ہوئی تھیں۔ نگاہیں گیٹ پہ مرکوز تھیں۔ "ہمیں صرف ان کا ایڈریس چاہیے 'یا کوئی دوسری کانٹیکٹ انفارمیشن۔"

"وہ رہی سبرینہ۔" اس نے اندر آتی لڑکی کی طرف اشارہ کیا 'پھر بے چینی سے زمر کو دیکھا۔

"مگر آپ اس کا نمبر پتا کیسے حاصل کریں گی؟ اس کے لیے تو آپ کو ریکارڈ روم میں جانا ہو گا 'یا اسکول کے ڈیٹا بیس سسٹم ... کہاں جا رہی ہیں آپ؟"

وہ جو ستون کی اوٹ سے نکل کر جانے لگی تھی ' حنین کے ہڑبڑانے پہ رک کر اسے دیکھا ' ہلکا سا مسکرائی۔

"سبرینہ سے اس کا پتا لینے۔" اور ہکا بکا کھڑی حنین کو چھوڑ کر ذرا آگے آئی۔ تب تک سبرینہ برآمدے تک آ چکی تھی۔ حنین فوراً" گھوم گئی۔ سماعت وہیں لگی تھی۔

زمر سبرینہ کے پاس سے گزرنے لگی ' پھر اس کا چہرہ دیکھ کر رکی اور خوشگوار حیرت سے اسے پکارا۔

"ارے سبرینہ ... میڈم یاسمین کی بیٹی ہو نا آپ؟ کیسی ہو؟ میڈم کیسی ہیں؟"

سبرینہ رکی 'ذرا الجھا الجھا سا مسکرائی۔

"جی میں سبرینہ ... آپ۔"

"ڈونٹ ٹیل می! تم نے مجھے نہیں پہچانا۔ بچپن میں تم کتنی ہیلدی تھیں 'مگر اب زیادہ پیاری ہو گئی ہو۔ امی کدھر ہیں؟ ابھی جاب کر رہی ہیں؟"

"آ ... جی 'امی وائس پرنسپل۔"

"کتنی آؤٹ آف ٹچ ہو گئی ہوں۔ میں بھی دبئی چلی گئی تھی نا 'ابھی بھتیجی کے ایڈمیشن کے لیے آئی تھی۔ ایسا کرو مجھے اپنا نمبر دے دو۔" کندھے پہ ٹنگے پرس سے جلدی جلدی نوٹ بک اور قلم نکال کر اسے تھمایا۔ "لینڈ لائن بھی دینا اور ایڈریس بھی دے سکو۔ میں میڈم سے ملنے آؤں گی کسی دن۔" سبرینہ کو سوچنے کا زیادہ وقت نہیں ملا۔ وہ کاغذ پہ الفاظ گھسیٹنے لگی۔

جب وہ دور چلی گئی تو زمر ستون تک واپس آئی۔ کاغذ حنین کے سامنے لہراتے ہوئے فاتحانہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ واقعی متحیر کھڑی تھی۔

"تم نے ابھی میری یہ والی سائیڈ دیکھی نہیں تھی حنہ!"

"واقعی زبردست پرفارمنس تھی۔" پھر وہ حیران پریشان اسمبلی کے لیے بھاگی 'مگر ٹھہر کر مڑی۔ "یہ ..." ناک پہ انگلی رکھی۔ "آپ پہ واقعی اتنی سوٹ نہیں کرتی۔" اور بھاگ گئی۔

زمر نے کار میں واپس بیٹھتے ہوئے لمحے بھر کو آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ سونے کی بالی جیسی نتھ کیا واقعی اس پہ سوٹ نہیں کرتی؟ اونہوں ... اس کو مایوسی ہوئی۔

☼ ☼ ☼

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

شام کی ٹھنڈی ہوائیں درختوں کے پتے سرسراتے ہوئے موسیقی بکھیر رہے تھے۔ سعدی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس خوب صورت گھر کے سامنے رکا 'جنگلے کا چھوٹا سا گیٹ دھکیل کر کھولا اور سبزہ زار پہ آگے چلتا آیا۔

کھلا سا لان 'اس طرف پورچ 'وہاں سے دیوار خم دار مڑتی۔ وہ موڑ مڑ کر داخلی حصے کی طرف آیا تو ایک دم ٹھٹک کر رکا۔

ہاشم کی بیوی 'شہرین وہاں کھڑی تھی۔ سعدی کی

طرف پشت، داخلی دروازے پہ نگاہ رکھے، وہ جھنجلائی ہوئی موبائل پہ بات کر رہی تھی۔

"ہاشم کو پہلے ہی مجھ پہ شک ہے اور اب تو اس کی ماں بھی ادھر ہے۔ میں روز روز تم سے ملنے نہیں آسکتی کزن ہو تو کزن بن کر رہو، میں۔"

بس چند سیکنڈ ہی تھے، سعدی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ مڑے یا آگے چلتا جائے اور تب ہی شہرین کسی احساس کے تحت پلٹی۔ فر فر چلتی زبان رکی، چہرہ فق ہوا۔ ایک دم کان سے لگا ہاتھ فون سمیت پہلو میں گرا دیا۔

"السلام علیکم۔" وہ سر جھکا کر سرسری سلام کرتا دروازے کی طرف بڑھا۔

"وعلیکم.... میں بہن سے بات کر رہی تھی۔" وہ مضطرب سی بولی۔ وہ ان جانا بن کر سوری کہتا رکا، شہرین چپ ہو گئی۔

"مسز جواہرات اندر ہیں؟"

"ہاں۔" جلدی سے آگے آئی، دروازہ کھولا اور حلق کے بل چلائی۔ "میری.... میری۔"

میری اینجیو دوڑتی آئی۔ شہرین نے اشارہ کیا۔ وہ فوراً" سعدی کو اندر لے گئی۔ شہرین ڈور اسٹیپ پہ کھڑی اب بے چین سی اس کو جاتے دیکھ رہی تھی۔ سیاہ فام ہاؤس کیپر نکلتے دکھائی دی تو اس نے اسے روکا۔

"سنو! یہ لڑکا کون ہے؟"

"یہ سعدی ہے۔ نوشیرواں کا دوست۔"

اوہ۔ فارس کا بھانجا۔ ہاشم ذکر کرتا تھا۔ وہ اندر چلی آئی۔ جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر ادھر چکر کاٹا۔ جواہرات اسٹڈی میں ہیں۔ وہ اسٹڈی میں تھی لاؤنج کے بجائے۔ یعنی اس لڑکے کو اسی نے بلوایا تھا۔ اوہ نو اگر اس نے کچھ بک دیا تو؟

وہ فکر مندی سے اسٹڈی کے دروازے تک آئی، لکڑی کا ساؤنڈ پروف دروازہ بند تھا۔ وہ دونوں اندر تھے۔ اب؟

پھر ایک خیال ذہن میں لپکا۔ وہ گھر سے باہر آئی۔ عمارت کے اطراف سے گھوم کر اسٹڈی کی کھڑکی کے ساتھ رکی۔ لبوں پہ مسکراہٹ ابھری، اندازہ درست تھا۔ جواہرات کھڑکی کھول کر بیٹھنے کی عادی تھی اور اس وقت بھی وہ کھڑکی کے ساتھ بیٹھی تھی۔ سعدی اس کے مقابل کرسی پہ تھا۔ دونوں کے درمیان میز تھی جس پہ تازہ پھولوں کا گلدستہ تھا۔ جواہرات انگریزی طرز کے لباس میں ملبوس کہنی کرسی کے ہتھے پہ ٹکائے، دو انگلیوں سے لاکٹ کا ہیرا چھیڑتی، مسکرا کر اس کو سن رہی تھی۔

شہرین دیوار کے ساتھ لگی قریب سرک آئی۔ کان گفتگو پہ لگے تھے۔ اپنا نام سننے کے خوف میں۔

"ہمارے ڈپارٹمنٹس الگ ہیں، میں اس کا زیادہ دھیان نہیں رکھ پاتا، مگر پچھلے دنوں کچھ دوستوں سے یہ سب پتا لگا تو میں نے سوچا۔" ساتھ ہی شانے اچکا دیے۔

"میں آگئی ہوں۔ سب سنبھال لوں گی۔" جواہرات نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔ "میں صرف تمہارے منہ سے سب سننا چاہتی تھی۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ اس نے گھر میں بھی ڈرگز رکھی ہوں گی؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ شاید کمرے میں ہوں۔ میں یہاں کم ہی آتا ہوں۔ مگر.... آپ اسے پیار سے سمجھائیے گا۔" وہ فکر مند بھی تھا۔ جواہرات نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"کہتے ہیں، خدا نے آسمانوں سے چار کتابیں اتاریں، اور پھر پانچواں ڈنڈا اتارا۔ جو ان سے نہیں مانتا وہ اس سے مانے گا۔"

"پھر بھی.... اچھا میں شیرو سے مل لوں۔" وہ اجازت چاہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ جواہرات نے اسی تمکنت سے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم اس کا خیال رکھتے ہو۔"

شہرین قدرے حیران سی وہاں سے ہٹی۔ چہرے پہ الجھن تھی۔ الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر سنائی دیے مگر اپنا ذکر نہیں تھا۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑی سوچتی رہی، پھر اندر واپس آگئی۔

اب شیرو کے کمرے سے آوازیں آرہی تھیں۔

دروازہ آدھا کھلا تھا۔ قریب ایک شوکیس دیوار سے لگا تھا۔ وہ وہیں کھڑے ہو کر ایک میگزین بظاہر الٹ پلٹ کرنے لگی۔

وہ اندر کاؤچ پہ بیٹھا تھا۔ بار بار گھڑی دیکھتا' دونوں ابھی یونیورسٹی کی باتیں کررہے تھے۔ نوشیرواں گھر کے کپڑوں میں ہمیشہ کی طرح بے نیاز سالگ رہا تھا۔

"کیا تم ممی سے ملے؟" ازلی لاپروائی سے کہتے شیرو نے روم فریج سے سافٹ ڈرنک کے دو کین نکالے' ایک اس کی طرف اچھالا اور دوسرے میں خود دانت گاڑھ دیے۔ سعدی نے کیچ کر کے سائیڈ پہ رکھ دیا۔ اسے جلد واپس جانا تھا۔

"ہاں' انہوں نے ہی بلایا ہے۔ پچھلی دفعہ ان کے آنے پہ میں ملنے نہیں آسکا تھا تو ان کا شکوہ بنتا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے بتایا۔

"ممی بھی نا' بڑی پوزیسیو ہیں۔" شیرو نے گردن پیچھے پھینک کر گھونٹ بھرا' پھر سیدھا ہوا۔ "لونا۔"

"اونہوں میں چلتا ہوں۔" سعدی کی نظر کمپیوٹر اسکرین پہ پڑی۔ "اوہ شیرو! تم اور حنین اس گیم کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟"

"ہفتے بعد لگائی ہے' سارا دن پڑھ پڑھ کر دماغ خالی ہو جاتا ہے۔"

سعدی نے مڑ کر دروازے کو دیکھا۔ یہاں سے آدھا لاؤنج نظر آتا تھا۔ شہرین نہیں دکھائی دیتی تھی۔

"یہ تمہاری بھابھی تھیں نا' بلونڈ بالوں والی؟"

باہر کھڑی شہرین کے اعصاب تن گئے۔ بھنویں بھنچ گئیں۔

"لو۔۔۔ کوئی بلونڈ نہیں ہے وہ۔ بال ڈائی کرواتی ہے۔ ہر تیسرے مہینے یہاں سے پانچ سو پونڈ کا ہیئر ڈو کروا کر جاتی ہے۔" وہ پھر سے ہنسا۔

"کس طرح کی ہیں تمہاری بھابھی؟" سرسری سا پوچھا۔

"صبح سویرے اتنا میک اپ کر کے کمرے سے نکلتی ہے۔ پھر سارا شہر گھومتی ہے' بھائی کا پیسہ بے تحاشا جھونکتی ہے' سونیا کا خیال بھی نہیں رکھتی' بھائی سے اکثر جھگڑا رہتا ہے۔ تمہیں کیسی لگی؟" گردن پیچھے کر کے گھونٹ بھر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"ہوں اچھی ہیں۔" وہ جانے کے لیے آگے بڑھ گیا۔ تب تک شہرین اپنے کمرے میں غائب ہو چکی تھی۔ دروازہ بند کر کے وہ بستر کے کنارے آبیٹھی۔ چہرہ احساس ہتک سے سرخ پڑ رہا تھا۔ آنکھوں میں اضطراب' پریشانی' غصہ سب تھا۔ وہ بے چینی سے کمرے میں چکر کاٹتی رہی۔

پھر کافی دیر بعد باہر نکلی تو گھر میں خوب شور مچا تھا۔

"میں نے تم پہ اعتبار کیا مگر تم اس قابل نہیں تھے۔ بالکل اپنے باپ پہ گئے ہو۔ وہی مزاج' وہی غصہ' وہی عادتیں۔ ایک وہ فارس کم تھا تمہارے باپ کی کاپی' اسے گنز کا شوق ہے اور تمہیں۔۔۔ تمہیں اس کا۔"

شہرین حیران مگر محتاط سی قدم قدم چلتی شیرو کے کمرے کے دروازے تک آئی۔ وہ پورا کھلا تھا۔ اندر شیرو شاکڈ' شرمندہ' بوکھلایا سا کھڑا تھا اور بار بار ماں کو روک رہا تھا جو بپھری ہوئی شیرنی کی طرح ایک ایک دراز کھول کر چیزیں باہر پھینک رہی تھی۔

شہرین نے بازو سینے پہ لپیٹ لیے اور ذرا سکون سے دیکھنے لگی۔

"ممی پلیز' میں۔۔۔۔"

"میرا دل چاہ رہا ہے' ابھی پولیس کو فون کروں اور کہوں کہ اس ڈرگ ڈیلر کو آکر لے جائیں میرے گھر سے۔ یہ میرا گھر ہے' سنا تم نے؟ یہ میرا گھر ہے۔" وہ چلاتی ہوئی وارڈروب سے کپڑے نکال نکال کر فرش پہ ڈال رہی تھی۔ دو سفید سرمئی بوٹیوں والے پیکٹ بھی باہر آگرے۔ شیرو نے سر جھکا دیا۔

"میرے بغیر تم کیا ہو؟ میرے بغیر تمہارا باپ کیا تھا؟ یہ اس کی ساری جائیداد۔۔۔ یہ میری عطا کی ہوئی ہے۔ یہ سب میرا باپ چھوڑ کر مرا تھا' تمہارا باپ لے کر پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور تم۔۔۔" کسی دراز کی پشت پہ بازو لمبا کر کے ہاتھ ڈالا اور دو پیکٹ باہر نکال کر زور سے شیرو کے پیر پہ پھینکے۔ "تمہیں آج میں اس گھر سے باہر نکال دوں تو تم کہاں جاؤ گے؟ سڑکوں پہ سوؤ گے اور وہیں بھیک

مانگو گے اور اگر تمہارے باپ کو یہ سب بتا دیا تو وہ تمہارا حال کیا کرے گا معلوم ہے؟"

کمرا سارا بکھر چکا تھا۔ شیرو جز بز سا کھڑا تھا۔ غصہ، پشیمانی، بے بسی، سب جذبات مل گئے۔ ممی کو ایک دم کیسے...؟

"یہ، یہ اوقات ہے تمہاری؟" جواہرات نے جھک کر سفید پیکٹ اٹھایا اور زور سے شیرو کو دے مارا۔ وہ اس کے سینے سے لگ کر پیروں میں جا گرا "یہ فیوچر ہے تمہارا؟" وہ جھکی، میز سے اپنا موبائل اٹھایا، چہرے کے سامنے لائی۔ کیمرے کے کلک کلک پہ نوشیرواں نے ہڑبڑا کر سر اٹھایا۔ وہ تصویریں اتار چکی تھی۔

"ممی... آپ کیا..."

"ممی مت کہنا مجھے۔" شیرنی غرائی۔ "اگلے آدھے گھنٹے میں بغیر کسی ملازم کی مدد کے تمہارے کمرے کی ایک ایک چیز درست جگہ پہ نہ گئی اور یہ ساری ڈرگز تم نے آتش دان میں نہ جھونکیں تو میں یہ تصویریں تمہارے باپ اور بھائی کو ای میل کر رہی ہوں۔ آدھا گھنٹہ ہے تمہارے پاس سنا تم نے؟" وہ ہیل والی سینڈل سے گری چیزوں کو ٹھوکر مار کر، شعلہ بار نظروں سے اسے گھورتی دروازے کی طرف بڑھی۔ شیرن فوراً پیچھے ہو گئی۔ اور نوشیرواں چکرا کر رہ گیا۔

"کیا آدھا گھنٹہ؟ میں اتنی جلدی...؟"

جواہرات ایڑیوں پہ واپس گھومی۔ "اب تمہارے پاس بیس منٹ ہیں۔ "ایک لفظ مزید منہ سے نکالو اور یہ دس منٹ میں بدل جائیں گے۔" سختی سے گھور کر وہ باہر نکلی اور ٹھاہ سے دروازہ بند کیا۔

نوشیرواں نے سر دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ پھر بے اختیار چہرہ اٹھا کر گھڑی دیکھی۔ اوہ نو۔ جلدی سے وہ زمین پہ گری چیزیں اٹھانے لگا۔

مگر ممی کو کیسے شک ہوا؟ اتنے اچانک؟

☼ ☼ ☼

یوں بہار آئی ہے امسال کہ گلشن میں صبا
پوچھتی ہے گزر اس بار کروں یا نہ کروں

بڑے ابا کے لونگ روم میں خاموشی کا وقفہ بس چند لمحے کو آیا تھا۔ ندرت اپنا مدعا بیان کر کے قدرے بے بسی سے باری باری ساس، سسر کو دیکھنے لگیں۔ بڑے ابا چپ سے ہو گئے۔ پہلے فرحانہ بیگم کی طرف دیکھا جو اگلے ہی پل قطعیت سے نفی میں سر ہلا رہی تھیں۔

"یہ ناممکن ہے۔ ہماری طرف سے انکار سمجھو ندرت!"

"فرحانہ!" بڑے ابا نے تنبیہی انداز میں ان کو دیکھا مگر کچھ معاملات میں ان کا زور اپنے شوہر پہ بہت چلتا تھا اور یہ انہی میں سے ایک تھا۔

"نہیں بھئی، یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم تمہارے بھائی کو نہیں جانتے ایسے کیسے کسی کو اپنی بیٹی دے دیں۔" وہ اپنی ناگواری ضبط کر رہی تھیں۔

"مگر بڑے ابا اس کو جانتے ہیں اور آپ وارث سے پوچھ سکتی ہیں۔ وہ..."

"لو... وہ بھی تو تمہارا ہی بھائی ہے۔ طرف داری ہی کرے گا۔"

"ہم سوچ کر بتائیں گے ندرت!" وہ ذرا بلند آواز میں بولے تو فرحانہ خاموش ہوئیں۔ ندرت پھیکا سا مسکرائیں۔ قدرے بددلی سے ساس کی بڑبڑاہٹ دیکھی اور اپنا پرس وغیرہ سمیٹنے لگیں۔ وہ مایوس تھیں اور بڑی امی طیش میں۔ ان کے جانے کی دیر تھی کہ وہ بڑے ابا پہ برس پڑیں۔

"ندرت کی ہمت کیسے ہوئی اپنے بھائی کا رشتہ زمر کے لیے مانگے۔"

"جیسے ہماری ہمت ہوئی تھی آپ کی بیٹی کے بھائی کا رشتہ ندرت کے لیے مانگنے کی۔" وہ بھی بڑے ابا تھے، تحمل اور سکون سے جواب دیا۔ وہ مزید تلملا گئیں۔

"تب مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ ایسی نکلے گی۔ بچوں کو بھی اپنی طرح بنا دیا ہے، زبان دراز۔"

"وہ یتیم بچے ہیں فرحانہ! یتیموں کو نڈر بننا چاہیے وہ بدتمیز نہیں ہیں۔"

"بہرحال! ہم ندرت کے بھائی کی طرف رشتہ نہیں دیں گے۔ وہ فضیلہ کے بیٹے میں آخر کیا برائی ہے۔

ادھر ہاں کر دیتے ہیں' کب سے وہ جواب مانگ رہے ہیں۔"

"فضیلہ بھی تو ندرت کی رشتے دار ہے' اس کا بیٹا فارس سے اچھا نہیں ہے۔"

"رہنے بھی دیں' **فضیلہ** میری امی کی طرف سے بھی رشتے دار لگتی ہے' ہاں۔" وہ مزید بگڑ گئیں۔

"آپ زمر سے پوچھ لیجئے فرحانہ! دونوں رشتے بتا دیجئے۔ جو اس کا فیصلہ ہو۔" خلاف معمول بڑی امی اس تجویز پہ خاموش ہو گئیں۔

"ٹھیک ہے' آپ کچھ مت کہیے گا' میں خود زمر سے بات کر لوں گی۔ اگر اس نے فارس کے لیے انکار کر دیا تو پھر آپ حماد کے لیے انکار نہیں کریں گے۔"

بڑے ابا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ البتہ وہ متفکر اور متذبذب تھے۔ کیوں' ان کی خود بھی نہیں سمجھ میں آ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

جو فرق صبح پہ چمکے گا تارا ہم بھی دیکھیں گے

وہ شام بہت سہانی اتر رہی تھی۔ اس کالونی میں درختوں کی ٹھنڈی چھایا تھی۔ زمر نے وسط کالونی میں کار روکی اور گردن موڑ کر حنین کو دیکھا۔

"تمہیں یقین ہے تم میرے ساتھ آنا چاہتی ہو؟"

آج زمر کے دو دن کا وقت تمام ہوا تھا اور وہ تیار تھی۔

"پازیٹو!" وہ گردن اکڑا کر بولی۔ ماتھے پہ کٹے بال چھوڑ کر باقی فرنچ چوٹی میں بندھے تھے اور عینک کے پیچھے جھانکتی آنکھوں میں بلا کا اعتماد تھا اور مسکراہٹ بھی۔

"یہ لونگ اچھی لگ رہی ہے آپ پہ۔" ساتھ ہی اس نے جلدی سے جبڑا سیدھا کر لیا۔

زمر نے "**تھینکس**" کہہ کر ڈیش بورڈ سے پھولا خاکی لفافہ اٹھایا۔ کار بند کی اور باہر نکل آئی۔

گھنٹی بجا کر دونوں منتظر سی گیٹ پہ کھڑی تھیں۔ زمر حنین سے دراز قد تھی۔ گھنگھریالے بال جوڑے میں بندھے اور سنجیدہ سے چہرے پہ وہ لونگ واقعی اچھی لگ رہی تھی۔ پرسکون' ٹھنڈے تاثرات' حنین البتہ پرجوش تھی۔

خراماں خراماں چلتے وہ صاحب گیٹ تک آئے۔

"جی؟"

"میں ڈسٹرکٹ کورٹ سے آئی ہوں زمر یوسف۔ مسز یاسمین سے ملنا ہے۔"

انہوں نے باہر جھانکا۔ "کس سلسلے میں؟"

"اگر آپ اگلے تیس سیکنڈ میں مجھے عزت سے اندر نہ لے کر گئے تو میں یہ کورٹ آرڈر (خاکی لفافہ لہرایا) واپس جج کے پاس لے جاؤں گی اور کہوں گی کہ آپ نے کورٹ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ کل آپ کو جسٹس صدیقی کے پاس حاضر ہونا پڑے گا' توہین عدالت کے زمرے میں اور...... آپ دروازہ کھول رہے ہیں یا میں جاؤں؟"

صاحب کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔ البتہ دروازہ انہوں نے پھر بھی قدرے تذبذب سے کھولا۔ اندر بیٹھک نما ڈرائنگ روم میں بیرونی دروازے سے لے آئے۔ انہوں نے پائیدان پہ جوتے اتارے تھے۔ اندر نرم قالین تھا۔ زمر نے پائیدان کو دیکھا اور پھر اپنے جوتوں سمیت چلتی اندر آئی۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر سنگل صوفے پہ بیٹھی۔ حنین بھی آنے لگی' پھر نگاہ ڈرائنگ روم کی دیوار پہ اعلا اکیڈمک **شیلڈز** پہ پڑی اس نے رک کر پائیدان پہ جوتے اتارے اور زمر کے قریب دوسرے صوفے پہ آ ٹکی۔

"میرے پاس صرف پندرہ منٹ ہیں۔ مسز یاسمین کو بلائیے۔" زمر نے گھڑی دیکھتے ہوئے سپاٹ انداز میں صاحب کو مخاطب کیا۔ وہ فوراً "اندر چلے گئے۔ مسز یاسمین جلد ہی ان کے ہمراہ آئیں۔ زمر کو دیکھ کر کچھ الجھی ہوئی استقبالیہ مسکراہٹ کے ساتھ سلام کیا اور بیٹھتے بیٹھتے حنین پہ نظر پڑی جو ان کی آمد پہ کھڑی ہو گئی تھی تو چونکیں۔ دوبارہ زمر کو دیکھا۔

"یہ میری بھتیجی ہے۔" وہ سرد آنکھوں کے ساتھ ان کو دیکھتے ہوئے بولی۔ میڈم نے اب کے ذرا سنجیدگی سے حنین کو گھور کر دیکھا جو اب گھٹنے ملا کر بیٹھی تھی'

البتہ گردن ویسے ہی تنی ہوئی تھی۔

"آپ کس سلسلے میں...؟"

مگر زمر نے ان کو سوال پورا نہیں کرنے دیا۔ وہ صاحب واپس جارہے تھے' اس نے ان کو پکارا۔

"آپ کدھر جارہے ہیں محمود الرحمٰن جاوید صاحب! ساری بات آپ کے سامنے ہی ہوگی۔" وہ متذبذب سے واپس آبیٹھے۔ بیوی کو دیکھا۔ وہ مشتبہ نظروں سے زمر کو دیکھ رہی تھیں۔

"پاکستان پینل کوڈ پڑھا ہے' کبھی آپ نے؟"

"جی؟"

" extortion ایک جرم ہے۔ آرٹیکل 384' تین سال قید یا پھر جرمانہ یا دونوں۔ بلیک میل کرنا بھی جرم ہے۔ آرٹیکل 387 'سات سال قید یا جرمانہ یا دونوں۔ اس وقت آپ یہ دونوں کررہی ہیں اور بالکل بھی مجھے درمیان میں مت ٹوکیے گا کیوں کہ میری بھتیجی کے ساتھ یہ دونوں جرائم کرنے پہ آپ پہ سزا واجب ہوئی ہے۔ آپ اس کو فورس کررہی ہیں کہ یہ آپ کی بیٹی کے لیے نوٹس بنائے ورنہ آپ اسے اسکول سے نکال دیں گی... اوہ شاید آپ نے اپنے شوہر کو نہیں بتایا۔" محمود الرحمٰن صاحب اچنبھے سے باری باری دونوں کو دیکھتے۔

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔ آپ میرے ہی گھر میں آکر مجھ پہ ہی الزام کیسے لگا سکتی ہیں؟"

زمر نے خالی لفافہ اٹھایا۔ کاغذ نکالے' شڑپ سے سامنے رکھے۔

"محمود صاحب! آپ نے جی الیون میں ایک پلاٹ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔" مسز یاسمین جو ضبط طیش میں ابھی بہت کچھ بولنے کا ارادہ رکھتی تھیں' ایک دم سناٹے میں رہ گئیں۔ محمود صاحب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"آپ کے خلاف فیصلہ آیا تھا اور آپ نے فیصلے پہ اسٹے آرڈر لے لیا تھا اور یہ جو دوسرے کاغذات ہیں' یہ میں کل عدالت میں جمع کرواؤں گی جس کے بعد آپ کا اسٹے آرڈر کینسل ہوجائے گا۔ آگے جو ہوگا وہ آپ جانتے ہیں۔"

"یہ بچی جھوٹ بول رہی ہے' میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" وہ پھر سے عالم طیش میں آکر بولنے لگیں۔ محمود صاحب یکے بعد دیگرے کاغذات کو دیکھ رہے تھے اور رنگت اڑتی جارہی تھی۔

"کیا ثبوت ہے اس کے پاس کہ میں نے ایسا کہا ہے؟"

اپنے ہاتھوں کو دیکھتی حنین نے سر اٹھایا اور آئی فون کی سیاہ اسکرین ان کے سامنے کی۔

"میم... اس دن کی ہماری اسٹاف روم کی گفتگو میں نے اس میں ریکارڈ کرلی تھی۔" بڑے ادب سے گزارش کی۔ میم کو ایک دم سانپ سونگھ گیا۔ بالکل چپ ہوگئیں۔

"آپ بالکل بھی نہیں چاہیں گی کہ ہم یہ گفتگو پرنسپل صاحبہ کو سنوائیں۔ رائٹ؟" زمر نے سادگی سے سوال کیا۔ وہ دونوں خاموش تھے۔

"چائے تو نہیں پلوائیں گے آپ؟" اگلا سوال مزید سادگی سے پوچھا۔

"دیکھیں آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ..." اگلے پانچ منٹ وہ ان کو ہاتھ اٹھا کر سمجھاتے رہے۔ معذرت' یقین دہانی۔ مسز یاسمین بالکل خاموش بیٹھی رہیں۔

گاڑی میں بیٹھ کر' دروازہ بند کرکے زمر نے سوچتی نظروں سے حنین کو دیکھا جو سیٹ بیلٹ باندھ رہی تھی۔

"یہ فون تو تمہیں کاردار صاحب نے میم سے آخری گفتگو کے بعد نہیں دیا تھا؟"

حنین نے شرارت سے لب دبائے نظریں اٹھائیں۔

"پھپھو! میری بھی ایک سائیڈ ایسی ہے جسے آپ نہیں جانتیں۔"

وہ ہنس کر کار اسٹارٹ کرنے لگی۔

"ویسے آپ میری پرنسپل سے بھی تو بات کرسکتی تھیں' ہے نا؟" اسے ابھی خیال آیا۔

"میں نے مسئلہ حل کرنے کا وعدہ کیا تھا' مسز یاسمین کو تمہارا دشمن بنانے کا نہیں۔"

حنین کے لب "اوہ" میں گول ہوئے' پھر مسکرا دی۔ "تھینکس۔"

"تمہارے فارس ماموں کا آج شام تمہاری طرف آنا ہوگا؟ وہ عموماً" ویک اینڈز پہ آتے ہیں نا۔ مجھے ان سے کچھ بات کرنی تھی' اسی لیے سوچا' ملاقات ہوجائے تو اچھا ہے۔" حنین نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا۔ وہ پرسکون سی ڈرائیو کررہی تھی۔

"وہ... شام میں آئیں گے' کہا تو تھا۔ آپ تھوڑا سا گھر چل کر ویٹ کرلیں گی نا۔"

"شیور!"

حنین سامنے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ انگلیاں بھی مروڑتی رہی۔ پھر ذرا کی ذرا زمر کو دیکھا۔

"یہاں روک دیں' پودینہ لے لوں میں۔"

"پودینہ کیوں؟" وہ مارکیٹ کے قریب کار لے گئی۔

"جب چٹنی بناؤں گی تو امی کو لازمی پکوڑے بنانے پڑیں گے۔ سمجھا کریں نا۔"

وہ سبزی کی دکان کی طرف آئی اور ذرا اوٹ میں کھڑی ہوئی کہ دور پارکنگ میں موجود زمر اس کو نہ دیکھ پائے۔ جلدی سے موبائل پہ (جس میں امی کی سم تھی) کال ملائی۔

"ماموں!" آپ اسی وقت ہمارے گھر آسکتے ہیں؟"

"نہیں۔" وہ مصروف تھا۔

حنین نے فون کان سے ہٹا کر اسے گھورا۔

"امی پکوڑے بنارہی ہیں۔"

"میں ڈائٹنگ پہ ہوں۔"

"اوفوہ! پھپھو آئی ہوئی ہیں' ان کو کوئی ضروری بات کرنی ہے۔ آپ نے نہیں آنا تو نہ آئیں' میں کہہ دیتی ہوں کہ وہ آپ سے فون پہ ہی بات کرلیں۔" وہ جل کر بولی۔ امید تھی کہ اب وہ فوراً "ہامی بھرلے گا مگر...

"شیور۔ ان کے پاس میرا نمبر ہے۔ اب میں کام کرلوں؟"

"نہیں نہیں... ایک منٹ... رکیں۔" وہ گھبرا کر بولی۔ "میں نے پھپھو سے کہا ہے کہ ان کا پیغام دے چکی ہوں اور آپ نے ہامی بھرلی ہے' اب مجھے جھوٹا ثابت کرنا ہے تو مرضی ہے۔ بائے۔" جلدی سے فون بند کردیا اور سبزی والے کو پیسے نکال کردینے لگی۔

☆ ☆ ☆

ہاں جرم وفا دیکھیے کس کس پہ ہے ثابت
وہ سارے خطا کار سردار کھڑے ہیں

شہرین نے دروازہ کھٹکھٹایا پھر دھکیل دیا۔

شیرو کاؤچ پہ آڑا ترچھا لیٹا تھا۔ نگاہیں پھیر کر بگڑے تاثرات کے ساتھ اسے دیکھا جو چوکھٹ میں کھڑی تھی۔ باب کٹ سنہرے بال چونچ کی طرح دونوں اطراف میں آگے کو آتے۔ آنکھوں میں ہمدردی تھی۔

"مجھے افسوس ہے' جو تمہارے ساتھ ہوا۔"

"بہت شکریہ۔" اس نے تلخی سے کہہ کر چہرہ پھیر لیا' پھر چونک کر واپس دیکھا۔ "بھائی کو تو نہیں پتا؟"

"میں بالکل بھی ان لوگوں میں سے نہیں ہوں' جو کسی کی پشت پہ اس کی شکایت لگاتے ہیں۔ مسز کاردار نے بتادیا ہو تو وہ الگ بات ہے۔ ویسے..." وہ انگلیاں بالوں میں اوپر سے نیچے لاتے ہوئے سوچ کر کہنے لگی۔ "ان کو ایک دم سے کیسے پتا چل گیا کہ ڈرگز تمہارے کمرے میں ہی ہوں گی۔"

"تو... ممی کے لیے چہرے پڑھنا کیا مشکل ہے۔"

"تمہارا چہرہ تو آتے ساتھ ہی پڑھ چکی تھیں کئی دفعہ۔ میں تو یہ سوچ کر حیران ہوں کہ وہ ٹھیک بیٹھی تھیں اسٹڈی میں' پھر اچانک..." ذرا وقفہ دیا۔ "تمہارے دوست کے جاتے ہی ان کو کیا ہوگیا۔"

نوشیرواں نے چونک کر اسے دیکھا۔ "سعدی کے جاتے ہی؟"

"ہاں' وہی تمہارا دوست۔ کافی دیر بیٹھا رہا ممی کے ساتھ۔ اچھی گپ شپ ہے اس کی تمہاری ممی سے۔ وہاں بھی اس کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ ممی کا تو آنے کا پروگرام بھی نہیں تھا' یہ تو ہم شام کی چائے پی رہے

تھے‘ جب ممی کو کوئی میسج آیا‘ شاید اسی کا تھا تو انہوں نے فوراً" آنے کا پلان بنا لیا۔ شاید کوئی ضروری بات ہوگی جس سے ممی کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔" بہت سمجھنے والے انداز میں سرہلاتی وہ واپس پلٹی‘ پھر ذرا سی گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ آنکھیں سکیڑ کر کافی ہمدردی سے۔ "شیرو! تمہیں نہیں لگتا کہ تمہیں اپنے جیسوں سے دوستی کرنی چاہیے۔ کہاں تم‘ کہاں وہ!" اور با ہر چلی گئی۔

نوشہرواں الجھا الجھا سا اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم اٹھا۔

شہرین نے کچن سے جھانک کر دیکھا‘ وہ ممی کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ پر سکون سا مسکرا دی۔ شیرو کے دوست کا داخلہ تو اس گھر میں بند ہوا کہ ہوا۔

نوشیرواں اندر آیا۔ جواہرات باتھ روم میں تھی‘ موبائل بیڈ سائیڈ پہ پڑا تھا۔ اس نے احتیاط سے باتھ روم کے دروازے کو دیکھتے موبائل اٹھایا اور پیغامات کھولے۔ سعدی کے نام سے اکا دکا پیغام تھے۔ وہ سر جھٹکتا فون رکھنے لگا پھر کسی خیال کے تحت رکا۔

باتھ روم کا دروازہ اب بھی بند تھا۔ وہ فون ہاتھ میں لیے چمکتی اسکرین پہ چند بٹن اور دبانے لگا۔ جی میل کھولی۔ جواہرات کی میلز سامنے تھیں۔ ذرا سا صفحہ اوپر کیا اور یہ رہا سعدی کی میلز کا تھریڈ۔ اوپر نیچے تمام گفتگو۔ گویا مکالمہ تھا۔

"شیرو کیا کر رہا ہے آج کل‘ ڈرگز تو نہیں لے رہا؟ کس سے دوستی ہے‘ ڈرگز تو نہیں لے رہا؟ پڑھائی کیسی جا رہی ہے اس کی‘ ڈرگز تو نہیں لے رہا؟"

جواہرات کے طویل سوال اور سعدی کے مختصر جواب۔ مگر جواب بہرحال جواب ہوتے ہیں۔ جیسے جیسے پرانے پیغام کھلتے گئے‘ اس کا سارا خون سمٹ کر چہرے پہ آ گیا۔ لب بھنچ گئے۔

وہ تولیے سے بال تھپتھپاتی باہر نکلی تو ٹھٹک کر رک گئی۔ شیرو کا لال بھبھو کا چہرہ موبائل کی لائٹ میں دہک رہا تھا۔ وہ تولیہ پھینک کر قریب آئی‘ نرمی سے اسے پکارا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟"

اس نے شعلہ بار نگاہیں اٹھائیں‘ اسکرین سامنے لہرائی۔ جواہرات نے اسکرین کو نہیں دیکھا‘ وہ بے چینی سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"وہ میری جاسوسی کرتا تھا آپ کے لیے؟"

"شیرو! تم دوبارہ ڈرگز نہیں لوگے‘ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔" اس نے شیرو کا بازو تھاما۔

"نہیں لوں گا‘ نہیں لوں گا‘ کتنی دفعہ بتاؤں؟ مگر اسے میں نہیں چھوڑوں گا۔" موبائل بیڈ پہ پھینکا اور بازو غصے سے چھڑاتا باہر نکل گیا۔

جواہرات نے فوراً" فون اٹھایا اور سعدی کا نمبر نکالا۔ کال بٹن پہ ہاتھ رکھا‘ پھر رک گئی۔ وہ ڈرگز نہیں لے گا‘ یہ تسلی تھی تو دوستوں کے آپس کے معاملے میں اسے پڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ اونہوں۔

شانے ذرا اچکا کر اس نے فون پرے ڈال دیا اور تولیہ اٹھا لیا۔

☼ ☼ ☼

اب نہ وہ میں ہوں‘ نہ تو ہے‘ نہ وہ ماضی ہے فراز
جیسے دو سائے تمنا کے سرابوں میں ملیں

گرما گرم پکوڑے کی مہک سارے میں پھیلی تھی۔ زمر اپنے مخصوص صوفے پہ بیٹھی تھی‘ سیم اس کے پیروں کے قریب کارپٹ پہ بلاکس جوڑ توڑ رہا تھا۔ حنین کافی پرجوش سی برتن لگا رہی تھی‘ زمر کو دیکھتی تو شرما کر مسکرا دیتی۔ وہ بھی مسکرا دیتی۔

فارس ابھی ابھی آیا تھا اور سوائے سلام کے کچھ نہیں بولا تھا۔ سلام میں بھی وقفہ دیا کہ زمر کی لونگ دیکھ کر وہ ذرا سا رکا تھا‘ پھر ریموٹ اٹھا کر چینل بدلنے لگا۔ آفس سے آیا تھا‘ کوٹ ٹائی سب ہٹ تھا۔

"یہ... اچھی لگ رہی ہے۔" ندرت کچن سے ادھر آئیں تو صوفے سے کچھ اٹھاتے ہوئے زمر کی بدلی ہوئی لونگ دیکھی۔ حنین نے ذرا بلند آواز میں تبصرہ کرتے پلیٹیں لگائیں۔

"یہ پھپھو کو ان "دی" کسی پرانی اسٹوڈنٹ نے

گفٹ کی ہے۔ ساتھ میں ایک نوٹ بھی تھا' میں نے بھی پڑھا وہ نوٹ۔ ویسے۔۔۔ پھپھو! آپ نے اس کی لکھائی نہیں پہچانی؟ ماموں لیں نا۔" ساتھ ہی ماموں کو پلیٹ پکڑائی۔ اس نے بنا کسی تاثر کے سنجیدگی سے پلیٹ لے کر سائیڈ پہ رکھ دی۔ پکوڑے ابھی کڑاہی میں تھے۔

"نہیں' اتنا پیپر ورک ہوتا ہے' پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔" زمر سادگی سے ندرت کو قدرے آہستہ آواز میں بتارہی تھی۔ ندرت دوبارہ کچن میں آئیں تو حنین ساتھ چلی آئی اور کچن کا لاؤنج میں کھلتا دروازہ بند کردیا۔ کڑاہی میں پکوڑا ڈالتی ندرت نے مڑکر اسے دیکھا۔

"دروازہ کیوں بند کیا؟"

(تاکہ ہیرو ہیروئن سے اپنے پروپوزل پہ تبادلہ خیال کرلے اور آپ درمیان میں انٹری نہ دیں۔)

"دھواں لاؤنج میں جارہا تھا۔" ایگزاسٹ چلا کر آستین موڑتی وہ چٹنی بنانے کھڑی ہوگئی۔

"آج تم اس موئے کمپیوٹر اور علیشا کو چھوڑ کر کچن میں گھسی ہو' حیرت ہے۔" امی کی شکایت کو نظر انداز کرکے وہ سر جھکائے مسکراتے ہوئے چٹنی کوٹنے لگی۔

لاؤنج میں ٹی وی کا شور تھا یا سیم کی خود سے کی جانے والی باتیں۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی فارس!" قدرے تذبذب سے اس نے آغاز کیا۔ ریموٹ رکھ کر رخ اس کی طرف کیا اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"کس سلسلے میں؟"

"ایک کیس کے سلسلے میں۔"

وہ ذرا چونکا۔ اس نے سمجھا تھا شاید۔۔۔ اونہوں۔ یہ کوئی اور معاملہ تھا۔

"آپ کو تو پتا ہے' بعض دفعہ ایک وکیل استغاثہ میں ہوتا ہے اور جج ایسا فیصلہ سنا دیتا ہے جو دوسرے فریق کے لیے خوش گوار نہیں ہوتا۔" رک رک کر الفاظ ادا کیے۔ فارس نے سرہلا کر ساری بات ڈی کوڈ کی۔

"یعنی آپ کی وجہ سے کسی کو سزا ہوجاتی ہے۔ ہوں' پھر؟"

وہ ذرا دیر کو چپ ہوئی۔ "میرے ایک کیس کا فیصلہ اسی طرح ہوا تھا۔ مجرم کا بھائی اس سے خوش نہیں تھا اور وہ اس کا اظہار بھی کرچکا ہے۔"

"یعنی اس نے آپ کو دھمکیاں وغیرہ دی ہیں۔ ہوں' آگے؟"

"آ۔۔۔جی۔۔۔ آپ جانتے ہیں' ہمارے خاندان میں۔۔۔"

"آپ معاملہ گھر تک نہیں لے جانا چاہتیں' باہر ہی باہر حل کرنا چاہتی ہیں۔" اس دفعہ فقرہ ہی نہیں پورا ہونے دیا۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"میں چاہتی ہوں کہ یہ معاملہ میں۔۔۔" وہ رک گئی۔ بات پلیٹ کر کرنے کا فائدہ نہ تھا۔ وہ شخص اسکول کی ٹیچر نہیں تھا جسے وہ پر اعتماد دھونس سے پیچھا چھڑا سکتی تھی۔

"اگر میں آپ کے ڈیپارٹمنٹ میں اس کی شکایت درج کرواؤں' تو اس شخص کی ہراس منٹ روکنے کا طریقہ کار کیا ہوگا؟"

"کوئی مسئلہ نہیں۔" وہ پیچھے ہوکر بیٹھا' کان کی لو رگڑتے ہوئے لاپروائی سے شانے اچکائے۔ "میں ڈائریکٹر سے بات کرلوں گا' ہماری وین اسے پک کرلے گی' دو چار ہاتھ لگیں گے تو دماغ درست ہوجائے گا اس کا۔"

زمر کی آنکھیں بے یقینی سے پھیلیں۔ فوراً" نفی میں سرہلایا۔

"نہیں پلیز میں تشدد پہ یقین نہیں رکھتی۔ یہ مسئلہ بات چیت سے حل ہوسکتا ہے' سب کے اندر اچھائی کا عنصر ہوتا ہے' ہمیں صرف اسے باہر لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"آپ دو گھنٹے کے لیے اسے میرے لڑکوں کے حوالے کردیں' ساری اندر کی اچھائی باہر آجائے گی۔" پھر اس کے تاثرات دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ

اسے یہ ذکر ہی بھول جانے کا کہہ دیتی' وہ قدرے نرمی سے بولا۔

"ٹھیک ہے' بات کرلیتے ہیں پھر۔ میں مل لوں گا اس سے' مرد کا بات کرنا اور ہوتا ہے۔"

"اوکے!" اس نے سرہلایا ذرا تسلی ہوئی۔ "وہ آدمی آج کل کورٹ آتا ہے روز' اپیل کے چکر میں۔ اگر آپ صبح آجائیں تو میں دکھادوں گی۔"

"شیور۔" قدرے ٹھہر کر غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "کوئی اور مسئلہ؟"

"نہیں' بس یہی تھا۔ تھینکس۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔ فارس نے گھڑی دیکھی اور آواز دی۔

"حنین! لا رہی ہو یا میں جاؤں۔"

"نہیں لا رہی' آپ جائیں۔" وہ ڈش اٹھا کر آتی ہوئی بڑے موڈ میں بولی۔ آج وہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔

✲ ✲ ✲

خالی ہاتھوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے فراز
کس طرح لوگ لکیروں سے نکل جاتے ہیں

پکوڑے ختم ہوگئے۔ زمر چلی گئی۔ امی نماز پڑھنے کمرے میں گئیں تو فارس ان کے پاس چلا گیا۔ اب حنین تھی اور آن لائن ہوئی علیشا۔

"میرا مسئلہ حل ہوگیا۔" اس نے چہکتے ہوئے اطلاع دی۔ علیشا عادتاً ہنسی۔

"ہمت کی یا زیادہ ہمت والا ڈھونڈا؟"

"زیادہ ہمت والی کو ڈھونڈ کر کچھ ہمت کرلی۔" پھر خیال آنے پہ سیل فون اٹھا کر دکھایا۔

"یہ دیکھو۔۔۔ مجھے گفٹ ملا۔"

"واؤ۔ برانڈ نیو؟" وہ بھی پرجوش سی آگے ہو کر دیکھنے لگی۔

"ہاں اور بھی بہت کچھ ہے۔ ایک امیر سے انکل ہیں ہمارے احباب میں۔" وہ کالر جھاڑ کر بولی۔

"واقعی اور وہ کون ہیں؟"

"میرے انکل کے انکل۔ یہ پیچیدہ رشتے داریاں تم نہیں سمجھوگی۔ اچھا مجھے ایک بات بتاؤ' تم نے اس جیولز والی گیم میں۔۔۔" لینڈ لائن فون کی گھنٹی پہ وہ بدمزا ہوئی۔ آگے بڑھ کر نمبر دیکھا۔ بڑے ابا کے گھر سے تھا۔ دوسری گھنٹی پہ فون خاموش ہوگیا۔ امی نے اندر سے اٹھالیا ہوگا۔ وہ مطمئن سی ہو کر بات کرنے لگی' پھر ایک دم رکی۔ جلدی سے علیشا کو بائے کہا اور آہستہ سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

حسب توقع بڑی امی ہی تھیں۔ وہ چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سننے لگی۔

"میں نے تو پہلے ہی بتادیا تھا' زمر نہیں مانے گی۔ اس نے تو صاف انکار کردیا ہے۔"

"مگر۔۔۔ میں خود بات کرکے دیکھوں' شاید۔۔۔" ندرت کو اب بھی آس تھی۔

"بھئی۔ جب اس نے انکار کردیا تو کیا گنجائش رہ گئی۔ دیکھو برا نہ ماننا' مگر وہ اسے جانتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ مزاج کا بہت سخت اور غصے والا ہے وائلڈ سا۔ اس کے ساتھ کیسے گزارہ کرے گی وہ؟"

حنین نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کا چہرہ بالکل زرد پڑ گیا تھا۔ بارہ بج گئے تھے اور سنڈریلا کی سواری جس پہ وہ اڑتی جا رہی تھی' بدصورت کدو میں بدل کر زمین بوس ہوئی تھی۔ وہ بے دم سی ہو کر وہیں بیٹھی رہی۔

ندرت کو عموماً" ایکسٹینشن سے دوسرا فون اٹھائے جانے کا پتا چل جاتا تھا کہ آواز ہلکی ہوجاتی' مگر آج نہیں چل سکا۔ انہوں نے بے بسی سے سامنے بیٹھے فارس کو دیکھا جو بغور ان کے تاثرات پڑھ رہا تھا اور ریسیور کریڈل پہ ڈال دیا۔

"انکار کردیا؟"

"میں زمر سے خود بات کروں گی' وہ اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتی' وہ۔۔۔"

"کس طرح کی بات؟ کہہ دیں' میں برا نہیں مانوں گا۔"

"یہی' غصہ اور مزاج کی سختی' مگر تم اس بات کو انا کا مسئلہ نہ بنانا' مجھے ایک دفعہ مزید۔۔۔"

"نہیں' کوئی ضرورت نہیں۔ انکار ہوگیا' بات

ختم۔"

"فارس! صرف ایک دفعہ مجھے۔۔۔" وہ نفی میں سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپا' بندہ عزت سے رشتہ مانگتا ہے اور عزت سے نہ ملے تو قصہ تمام۔ میں دس سال کا تھا جب میرا باپ فوت ہوا تھا۔ عمر گزر چکی ہے رشتہ داروں کی سیاستیں دیکھتے دیکھتے۔ یہ سوتیلے کا لفظ تب آکر ختم ہوا' جب ہم نے ایک دوسرے کو سمجھنا شروع کیا' شاید دس بارہ سال پہلے' ورنہ اس سے قبل وارث ہو' آپ ہوں یا آپ لوگوں کے رشتے دار' میں سب کے لیے دوسری بیوی سے ہونے والا سوتیلا بیٹا ہی تھا اور آپ میں سے کوئی مجھے پسند نہیں کرتا تھا۔ میں یہ سب آپ کا دل دکھانے کو نہیں کہہ رہا' ان باتوں کی اب کوئی اہمیت نہیں۔ بس اتنا بتانا ہے کہ میں آپ کے رشتے داروں میں اگر شادی کرتا تو عزت سے کرتا' ورنہ نہیں اس لیے اب دوبارہ ان سے بات مت کیجئے گا۔"

ندرت نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ اس کو سمجھ سکتی تھیں۔

☼ ☼ ☼

ستم گر تم سے امید کرم ہوگی' جنہیں ہوگی
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

اے سی کی ہوا نے آفس میں خنک سا ماحول پیدا کردیا تھا۔ زمر نے بات کا آغاز کرنے سے پہلے تمام فائلز اوپر تلے کرکے ایک طرف رکھیں' پھر کرسی پہ پیچھے ہوکر بیٹھی اور گہری سانس لے کر میز کی دوسری جانب موجود اس ہینڈسم آدمی کو دیکھا جو ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھا تھا' گردن ذرا جھکائے' ہاتھ میں پکڑے موبائل پہ کچھ ٹائپ کرتا جیل لگے بال پیچھے کو سیٹ کیے۔ تنے ابرو۔ سعدی نے جو اس کا ذکر کر کرکے تاثر دیا تھا' وہ کسی بہت خوش اخلاق اور عاجز آدمی کا تھا۔ یہ آدمی اس سے مختلف لگا تھا زمر کو۔

"تو آپ سعدی کی پھپھو ہیں؟" بنا جذبات' سرد سپاٹ سا پوچھا۔ ابھی تک ٹائپ کررہا تھا۔

"جی کاردار صاحب۔" اس نے سر کو ہلکا سا خم دیا۔ "اس لحاظ سے میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کچھ پروفیشنل کرٹسی کا مظاہرہ کریں گے۔"

"آپ کے کلائنٹ نے میرے ڈرائیور کو لوٹنے کی کوشش کی' پھر اسے گولی ماردی۔۔۔"

"گولی چل گئی!" اس نے ضبط سے تصحیح کی۔

"اور پھر اس نے پولیس کے سامنے اعتراف بھی کرلیا۔"

"جی' جب اس نے خود پولیس کو بلایا تاکہ وہ زخمی ڈرائیور کو اسپتال لے جاسکیں' تب اس نے اعتراف کرلیا۔"

"آپ ایک چور اور قاتل کی حمایت کررہی ہیں؟" ہنوز گردن جھکائے تیز تیز ٹائپ کررہا تھا۔

"میں اپنے کلائنٹ کی حمایت کررہی ہوں۔" ذرا دیر کو رکی۔ "کیا ہم اس معاملے کو سیٹل کرسکتے ہیں؟"

"ایک دفعہ غور سے مجھے دیکھیں اور بتائیں کیا مجھے آپ کی دیت چاہیے ہوگی؟"

زمر نے سر سے پاؤں تک اس کو دیکھا۔ ہزاروں روپے کا ہیر کٹ' ڈھائی تین لاکھ کا سوٹ' اتنے ہی مالیت کے جوتے' اوہ اور یہ گھڑی۔

"پروفیشنل کرٹسی' کاردار صاحب!" اس نے یاد دلایا۔ ہاشم نے موبائل رکھا اور نظر اٹھا کر بے تاثر آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"بی بی! میں آپ کو ایک فیور دوں گا آپ اپنے کلائنٹ کو کٹہرے میں لے آئیں۔"

"کبھی بھی نہیں۔"

"آپ اس کو کٹہرے میں لاکر جج کے سامنے testify کرنے دیں مجھے اس کی دیت نہیں چاہیے' مجھے اس کی شرمندگی چاہیے۔ آپ ایسا کردیں' میں کم سے کم سزا کا مطالبہ کروں گا۔"

وہ چند لمحے پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتی رہی' وہ سنجیدہ تھا۔

"کتنے سال؟" ہاشم کے سنائے گئے سال اسے قبول تھے۔

"اوکے!" اس نے ہامی بھرلی۔ وہ اٹھا' کوٹ کا بٹن بند کیا' ہلکا سا مسکرایا' سر کو خم دیا اور باہر نکل گیا۔

اس نے موبائل چیک کیا۔ فارس کی کوئی کال' کوئی پیغام نہ تھا۔ وہ قدرے متذبذب سی بیٹھی رہی۔ پھر اسے فون کیا۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ صبح آئیں گے۔ میں انتظار کررہی تھی۔"

وہ ایک لمحے کو بالکل خاموش ہوگیا۔ "میں آرہا تھا۔" زمر کو تسلی ہوئی۔ اس آدمی کو ابھی آدھا گھنٹہ پہلے اس نے کاریڈور کے دوسرے سرے پہ واقع ایڈووکیٹ مشہود کے چیمبرز میں گم ہوتے دیکھا تھا۔ روز ہی وہ آتا' ہر دفعہ اسے گزرتے گزرتے کوئی سخت بات کہہ جاتا' کوئی معنی خیز اشارہ۔ اف' وہ تنگ آگئی تھی۔

باہر جانے کے لیے دروازہ کھولا تو اسی وقت فارس نے اسے کھولنے کو ہاتھ بڑھایا تھا۔ اس کا ہاتھ ہوا میں رہ گیا' پھر اس نے پیچھے کرلیا۔ ایک پرسوچ نظر زمر پہ ڈالی۔ اس کے چہرے پہ اسے آتے دیکھ کر اطمینان آیا تھا' لونگ مزید دمکنے لگی۔

"رانا صاحب میرا انتظار کررہے ہوں گے مجھے دیر ہوجائے گی' آپ خود اس سے بات کرلیں گے نا؟" وہ تسلی کرنا چاہ رہی تھی۔ وکلا کے چیمبرز کے آگے یہ راہداری تھی' بالکونی نما' جس کے دوسری طرف سے نیچے موجود مارکیٹ' گاڑیوں کا شور' نانبائی کا ٹھیلا' سب نظر آتا تھا۔ وہ دونوں وہیں کھڑے تھے۔

"ہوں۔ کدھر ہے وہ؟" جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے فارس نے ادھر ادھر گردن گھمائی۔ آج وہ جینز پہ راؤنڈ نیک والی شرٹ میں ملبوس تھا جس کی آستین کلائی سے بالشت بھر پیچھے تک آتی تھی۔ وہ اپنے کزن سے بہت مختلف تھا۔

"یہ ارشد فیاض مونچھوں والا۔" زمر نے ابرو سے اشارہ کیا۔ وہ شخص اب چیمبر سے نکل رہا تھا' فارس نے چند لمحے غور سے اسے دیکھا' پھر بہت سکون سے زمر کی طرف گھوما۔

"آپ جائیں۔ میں نرمی سے سمجھادوں گا' وہ صبح آکر آپ سے معافی مانگے گا۔"

اس کی آنکھوں میں حیرت اتری' پھر فکرمندی۔ "مگر..... فارس آپ اسے....."

"ڈونٹ وری' میں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔" ہاتھ جیبوں سے نکال کر اٹھادیے۔ وہ ذرا مسکرا کر سرہلاتی آگے بڑھ گئی۔ فارس وہیں کھڑا رہا' جب تک کہ وہ چلی نہ گئی۔ پھر وہ ارشد نامی اس شخص کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ دو پلازوں کے درمیان رش سے بھری جگہ میں آگے بڑھتا جارہا تھا۔ فارس فاصلہ رکھ کر اس کے عقب میں تھا۔ جب سڑک قریب آنے لگی تو وہ اسی طرح جیبوں میں ہاتھ ڈالے' منہ میں کچھ چباتا' تیز چلنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کے سر پہ پہنچ گیا۔

"کیا حال ہیں ارشد صاحب! گھر میں سب ٹھیک ہے؟"

ارشد نے چونک کر گردن موڑی۔ وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"کون؟"

"مجھے پہچان جاؤ گے۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ آؤ' اس طرف۔" سڑک کنارے کھڑی وین کی طرف اشارہ کیا۔ ارشد نے بگڑے تیور سے اسے دیکھا۔

"او کون ہو تم؟"

"آرام سے بھائی صاحب۔ اس طرف آیئے' آپ سے کچھ حساب کتاب کرنا ہے۔" وہ وین کے قریب تھے۔ ارشد نے وہیں سے گزر کر آگے جانا تھا اور وہ ابھی کچھ سخت کہنے کو منہ کھول ہی رہا تھا کہ وین کا دروازہ سلائیڈ ہوکر کھلا' دو نوجوان باہر نکلے' ایک نے قریب آکر اس کے کندھے پر بڑے جوش سے "السلام علیکم" کہتے ہاتھ رکھا۔ سرنج ہاتھ میں ہی تھی۔ سوئی اندر گئی۔ ارشد جو اس افتاد پہ غصے میں اگلے کو ہٹانے لگا تھا' بالکل ساکت ہوگیا' دونوں نے بازوؤں سے پکڑ کر اس بے جان ہوتے وجود کو وین میں ڈالا۔ دروازہ بند کیا سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا کہ آس پاس کسی نے نوٹس نہیں لیا۔

فارس گھوم کر فرنٹ سیٹ پہ آبیٹھا اور جھک کر ایک خانہ کھولا۔

"غازی، چلیں؟" ڈرائیور نوجوان نے پوچھا۔

"ہوں!" اس نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی پھر اسے دیکھا۔ وہ اس خانے سے دستانے نکال رہا تھا۔

"یہ کیوں؟"

فارس نے چیونگم چباتے پتلا سا وہ دستانہ ہاتھ پہ چڑھایا اور پیچھے کو کھینچا۔

"زبان کا پکا ہوں۔ وعدہ کیا تھا، اس کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔" اب وہ دوسرا دستانہ پہن رہا تھا، ڈرائیور نوجوان نے ہنس کر سر جھٹکا اور اسٹیئرنگ گھمانے لگا۔

قریباً" چار گھنٹے بعد ایک نسبتاً" سنسان سڑک پہ وہی وین رکی، دروازہ سلائیڈ ہو کر کھلا، ارشد کو نیچے اتارا گیا۔ اس کے چہرے پہ کسی چوٹ کا نشان نہ تھا البتہ وہ سفید، نقاہت زدہ سا تھا۔

فارس نے اترے بغیر، ذرا جھک کر اس کا کالر پکڑا، اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چبا چبا کر بولا۔

"تمہارا چہرہ اس لیے چھوڑا ہے تاکہ جس کو تم اذیت دے رہے تھے، اسے علم نہ ہو سکے۔ صبح جا کر تم اس سے معافی مانگو گے، اور دوبارہ اس کو شکل مت دکھانا اپنی۔ اور ہاں، اگر ہمارے ڈرائنگ روم کی سیر کا سفرنامہ اسے بتایا یا دوبارہ اس کو ہراس کرنے کی کوشش کی، تو طالبان کا ٹھپہ لگادوں گا تمہارے اوپر، امریکی اگلی فلائٹ سے لے جائیں گے، اور ساری عمر تمہارا خاندان تمہاری شکل کو ترسے گا۔ بات آئی ہے کھوپڑی میں یا نہیں۔" کالر کو جھٹکے سے چھوڑا۔

ارشد نے دونوں ہاتھ اٹھا کر گہرے سانس لیے، سر بار بار اثبات میں ہلایا۔ ابھی وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ فارس نے ایک اچٹتی نظر اس پہ ڈالی، پیچھے ہوا، دروازہ زور سے بند کیا اور وین زن سے آگے بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

کوئی آج تک نہ سمجھ سکا یہ اصول گلشن زیست کا
وہی پھول نذر خزاں ہوا جسے اعتبار بہار تھا

آج بھی دروازہ میری نے کھولا، وہ مسکرائی بھی، مگر پھر بھی، نوشیرواں کے گھر میں عجیب فضا چھائی تھی، یا شاید سعدی کو ایسے محسوس ہو رہا تھا۔ بہرحال، اس نے تمام سوچوں کو ذہن سے جھٹکا، اور اندر آیا۔ مسز کاردار کا پوچھا۔ وہ گھر پہ نہیں تھیں۔ چلو اچھا ہے، اس کا کل انگزام تھا، شیرو نے جس بھی کام کے لیے بلایا ہے وہ نپٹا کر وہ جلدی سے واپس پہنچنے کی کرے گا۔

شیرو کے کمرے کا دروازہ کھولنے سے قبل اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ شہرین شاہانہ انداز میں لونگ روم میں صوفے پہ آتش دان کے قریب بیٹھی تھی۔ سنہری لٹ انگلی پہ لپیٹتی، وہ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ فضا میں گھات لگائے جانے کا احساس بڑھ گیا۔

سعدی نے دروازہ کھولا۔ نوشیرواں کرسی پر بیٹھا تھا سر اٹھا کر دیکھا۔ آنکھیں گلابی تھیں۔ ڈرگز سے نہیں غصے سے۔

"خیریت؟ تم نے اتنی جلدی میں بلایا؟" سعدی نے سرسری سا پوچھا۔ وہ کھڑا ہوا۔ کڑے تیوروں سے اسے گھورتا سامنے آیا۔

"کب سے جاسوسی کر رہے ہو میری؟" سعدی نے گہری سانس باہر کو خارج کی۔

"اگر تمہارا اشارہ میرے......"

"بکواس مت کرو۔ میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلایا کہ تمہاری سنوں۔"

"ہاں، تم نے مجھے اس لیے بلایا ہے تاکہ مجھے بے عزت کر کے گھر سے نکال سکو!"

"تم ہوتے کون ہو میری ماں کے لیے میری جاسوسی کرنے والے؟ تم ہو کون جو ان کو میرے ڈرگز لینے کے بارے میں بتاتے ہو؟" غصے سے اس کے چہرے کے نقش بگڑ گئے۔

"میں تمہارا دوست ہوتا ہوں۔"

"تم نے مجھے میری ماں کی نظروں سے گرانا چاہا، تم نے......"

"اگر گرانا ہوتا تو میں ان کو تمہارے چالان کے

بارے میں بھی بتاتا جو گاڑی غلط ڈرائیو کرنے پہ ہوا تھا۔ میں ان کو تمہارے اس لڑکی کے منگیتر سے مار کھانے کا بھی بتاتا جس کو تم مسلسل کالز کر رہے تھے۔ اور بھی بہت کچھ بتا سکتا تھا' مگر میں نے تمہارا بھلا چاہا۔"

"اوہ شٹ اپ۔" وہ غصے سے چلایا۔ "تم مت چاہو میرا بھلا۔ جو تمہارا احسان تھا میرے اوپر' آج وہ بھی ختم ہوا۔ آئندہ میں تمہاری شکل بھی دیکھنا گوارا نہیں کروں گا۔"

"میں جا رہا ہوں تو شیرواں' کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ ہم ایک دوسرے کو ایسی باتیں کہہ دیں جن پہ ہمیں پچھتانا پڑے۔" وہ مزید بے عزت نہیں ہو سکتا تھا' شیرو کو چیختا چلاتا چھوڑ کر دروازہ بند کرتا باہر نکلا' پھر ٹھٹک کر رکا۔

شہرین اسی تمکنت سے بیٹھی اس کو دیکھ رہی تھی۔

"تم اس دن میرے برادران لاء سے پوچھ رہے تھے کہ میں کیسی عورت ہوں۔ اب پتا چل گیا' میں کیسی عورت ہوں؟" ہاتھ بالوں میں اوپر سے نیچے لے جاتے معصومیت سے پوچھا۔

سعدی تلخی سے مسکرایا' نفی میں گردن ہلائی' سامنے آیا' اور اس کے مقابل پڑی کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھے' رکا۔

"میں نے یہ سوال اس لیے نہیں پوچھا تھا کہ میں نے آپ کو پورچ میں ایسی باتیں کرتے سنا تھا جن کے کھلنے کا آپ کو ڈر تھا' میں نے یہ سوال اس لیے پوچھا تھا کیونکہ میں نے آپ کو اسٹڈی کی کھڑکی کے باہر کھڑے ہو کر اپنی اور مسز کاردار کی وہ باتیں سنتے دیکھا تھا جن کے کھلنے کا مجھے کوئی ڈر نہیں تھا۔" چبا چبا کر ایک ایک لفظ ادا کیا۔ شہرین کی مسکراہٹ غائب ہوئی گردن میں ابھر کر معدوم ہوتی گلٹی دکھائی دی۔

"دوستی میری نزدیک ایک ہی چیز ہے۔ وفاداری اور صرف غیر مشروط وفاداری' مسز ہاشم کاردار! وہ دوبارہ ڈرگز لے گا' میں دوبارہ اس کی ماں کو بتاؤں گا' کیونکہ میری آپ کے خاندان میں آمدورفت کی وجہ صرف شیرو سے دوستی نہیں ہے یقیناً" اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں کیسا دوست ہوں!" وہ کہہ کر مڑ گیا۔ شہرین تلملا کر اسے جاتے دیکھتی رہی۔

"ایڈیٹ۔"

☆ ☆ ☆

ہاشم ایک ہاتھ میں بریف کیس تھامے' دوسرے میں موبائل پہ کچھ ٹائپ کرتا راہداری میں چلتا جا رہا تھا۔ وہ سرخ چہرے کے ساتھ' بپھری ہوئی سی تیز تیز پیچھے آئی۔ دائیں طرف سے نکل کر' گھوم کر سامنے آ کھڑی ہوئی۔ وہ رکا۔ نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ کیا کیا آپ نے؟" زمر دبا دبا سا غرائی تھی۔ اس کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

"کیا کیا میں نے؟" اس نے ذرا سے شانے اچکائے۔

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ کم سے کم سزا کا مطالبہ کریں گے' اور ابھی آپ نے سزائے موت کا مطالبہ کر دیا؟"

"میں نے وعدہ کیا تھا؟ کیا ثبوت ہے آپ کے پاس؟ کوئی کاغذ' کوئی دستخط؟" زمر کے اندر جوار بھاٹا پکنے لگا۔ بمشکل ضبط کر کے نفرت سے اس کو دیکھا۔

"آپ نے مجھے زبان دی تھی۔"

"نہیں' میں نے آپ کو سبق دیا تھا۔ کہ کبھی استغاثہ کے ساتھ بغیر تحریری کاغذ کے ڈیل نہیں کیا کرتے۔" وہ پرسکون تھا' دوبارہ سے فون پہ ٹائپ کرنے لگا۔

"میں۔ میں آپ کے کہنے پہ...... میں اس کو کٹہرے میں لے آئی اور آپ نے کیا کیا میرے ساتھ؟ آپ کو اندازہ ہے یہ کیس رانا صاحب کے لیے کتنا اہم تھا؟ ان کی ریپوٹیشن کا سوال تھا۔"

"اور شاید آپ کی ملازمت کا بھی۔ اس بے وقوفی کے بعد آپ یقیناً" ان کے چیمبر میں دوبارہ داخل ہونے کی ہمت نہیں کریں گی۔ اگر جاب recommendation کا خط چاہیے ہو تو میں

لکھنے کو تیار ہوں۔" وہ محظوظ ہوا تھا۔

زمر نے کینہ توز نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں سمجھی تھی' آپ سعدی کے رشتہ دار ہیں۔ تو......"

"میں جب صبح سات بجے گھر سے نکلتا ہوں تو ساری رشتے داریاں پیچھے چھوڑ کر آتا ہوں۔ بزنس از بزنس۔ اس کا فون بجنے لگا۔ وہ کان سے لگاتا' ہیلو کہتا' آگے بڑھ گیا۔ زمر وہیں کھڑی رہ گئی۔ ہاشم نے دور جاتے ہوئے' فون کان سے ہٹا کر' مڑ کر اسے دیکھا' اور ذرا بلند آواز دی۔

"اگلی دفعہ میرے ساتھ ڈیل کرتے وقت اپنا دماغ حاضر رکھیے گا۔" اور پلٹ گیا۔ وہ بے بسی بھرے غصے میں کھولتی مخالف سمت میں آگے بڑھ گئی۔ وہ کسی کے سامنے نہیں رویا کرتی تھی' سوائے سعدی کے۔ البتہ اس وقت دل کر رہا تھا کہ بھری کچہری میں زمین پہ بیٹھ کر رونا شروع کر دے۔

فارس ادھر آیا تو وہ باہر سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی۔ بظاہر لگتا وہ کسی کی منتظر ہے' مگر اس کا چہرہ...... زرد' یاسیت بھرا سا تھا۔ وہ آخری سیڑھی کے سامنے کھڑا' گردن ترچھی کر کے اسے دیکھنے لگا۔

"میں گزر رہا تھا تو...... آپ ٹھیک ہیں؟"

زمر نے نگاہیں اٹھائیں' پھر دھوپ کے باعث پلکیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ ہلکا سا اثبات میں سر ہلایا۔ آس پاس ابھی بھی خاصا رش تھا۔

"کیا وہ صبح آیا تھا؟" ذرا احتیاط سے پوچھا۔ وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

"جی' آپ نے اسے کیسے سمجھایا' وہ بہت دھیما ہو گیا تھا۔ معافی بھی مانگی' اور یہ بھی کہا کہ واپس دبئی جا رہا ہے' دوبارہ ہراساں نہیں کرے گا۔" وہ ابھی تک اس کا یا پلٹ پہ حیران تھی۔

"اور بھی کچھ کہا؟" وہ غور سے اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "اس سب کا شکریہ فارس!" پھیکی مسکراہٹ بالکل غائب ہو گئی۔

بجھا بجھا سا چہرہ جھک گیا۔

"کوئی اور مسئلہ ہے؟"

"میری جاب چلی گئی۔ چھوڑنی تو ویسے بھی تھی' کہیں اور اپلائی کر رکھا تھا' مگر اس طرح چھوڑنے کا نہیں سوچا تھا۔" نہ اس نے ہاشم کا ذکر کیا' نہ فارس نے وجہ پوچھی۔ دونوں کو یہی مناسب لگا۔

"کیا آپ کی امی نے آپ سے میرا ذکر کیا تھا پچھلے ہفتے؟" ذرا ٹھہر کر بولا۔ زمر نے چونک کر اسے دیکھا پھر ناسمجھی سے نفی میں گردن ہلائی۔

"نہیں...... کیوں؟" اور فارس بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔ پھر ہلکا سا نفی میں سر ہلایا۔

"یونہی۔ آپ کے ابو سے ملنا تھا تو۔ میرا خیال ہے وہ مجھے پسند نہیں کرتیں' خیر جانے دیں۔ اپنا خیال رکھیے گا۔" فارس نے اس بات کو جانے دیا' اور زمر نے اسے۔ وہ مڑ گیا۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے' سر جھکائے' دور ہوتا گیا۔ وہ نیچے سر جھکائے' خالی خالی نظروں سے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

ایک نگاہ برہیلی' ایک بول پتھر سا
آدمی نہیں مرتا' صرف خون بہنے سے

کھانے کی میز پہ روٹی کا ڈبہ' ڈونگے' سلاد' سب حسب معمول سجا تھا' اور وہ لقمہ توڑتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں یقین نہیں کر سکتی ابا کہ سعدی جس آدمی کی اتنی تعریفیں کرتا تھا' وہ اتنی چھوٹی حرکت کر سکتا ہے۔" لقمہ چبا کر گلاس لبوں سے لگایا' پھر باری باری دونوں کو دیکھا۔ "میں نے سعدی کو بھی فون کر کے کہہ دیا' دوبارہ اپنے ہاشم بھائی کا ذکر بھی مت کرنا میرے سامنے۔"

"اس نے کیا کہا آگے سے؟" بڑے ابا سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے۔

"وہ تو خود حیران تھا مگر اسے لگا کہ یہ کوئی غلط فہمی ہے' میں نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا' اس کا دل کیوں

خراب کروں اپنے ہاشم بھائی کے لیے۔"

فرحانہ نے گہری سانس لے کر سلاد کی پلیٹ اٹھائی۔

"فارس کا کزن جو ہوا۔"

بڑے ابا نے ایک ملامتی نظر ان پہ ڈالی، اور ایسی ہی دوسری نظر زمر پہ اور سر جھٹک کر کھانے لگے۔ زمر نوالہ سالن میں ڈبو رہی تھی، نفی میں سر ہلانے لگی۔

"نہیں امی، فارس تو بہت اچھا ہے۔ بہت ڈیسنٹ اور مینرڈ۔ ہمیشہ ٹو دی پوائنٹ بات کرنے کا۔ کبھی آپ کو نقصان پہنچانے والی حرکت نہیں کرے گا۔"

بڑے ابا کا نوالہ حلق میں اٹک گیا۔ چونک کر زمر کو دیکھا، پھر فرحانہ کو۔ ان کی رنگت ذرا پھیکی پڑی، فوراً ڈبہ کھول کر روٹیاں گننے لگیں۔

"یہ پوری ہو جائیں گی یا مزید بنا دوں؟"

"یو نو واٹ ابا۔" زمر کا ہاشم پہ غصہ کم ہو چکا تھا، اور اسے فارس اور اس کا فرق واضح نظر آ رہا تھا۔ "صرف اس لیے کہ میں فارس کی ٹیچر رہی ہوں، اس نے پچھلے ایک ڈیڑھ ہفتے میں مجھے دو تین فیورز اکٹھے دیے، اور ایک دفعہ بھی نہیں بتایا۔ یہ سعدی لوگ اکثر کہتے ہیں، ہمارے ماموں بہت غصے والے ہیں، مگر میرا خیال ہے وہ بہت سوبر ہے۔ اور ہاشم.... اف۔" جھرجھری لے کر سر جھٹکتے اس نے اگلا نوالہ توڑا۔

بڑے ابا کا کھانا حرام ہو چکا تھا۔ وہ نیپکن سے ہاتھ رگڑ کر صاف کرنے لگے۔ زمر نے کھانا ختم کیا اور پلیٹیں اکٹھی کر کے کچن میں لے گئی تو فرحانہ بھی ساتھ ہی آ گئیں۔ اس نے فریج کھولا تو مٹھائی کا ٹوکرا اندر رکھا تھا۔

"یہ کہاں سے آیا امی؟" اس نے ہاتھ بڑھا کر گلاب جامن اٹھایا اور منہ سے توڑا۔

"حماد کے گھر سے۔ وہ لوگ آج آئے تھے۔ ہم نے ان کو ہاں کر دی ہے۔ بتایا تھا نا۔" وہ سالن ڈبوں میں ڈالتی فریج میں رکھ رہی تھیں۔

"ہوں۔ اچھی ہے۔" گلاب جامن اندر تک گھل گئی۔ وہ ہاتھ منہ دھو کر، ذرا سی مسکراہٹ کے ساتھ، اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

فرحانہ باقی برتن اٹھانے واپس آئیں تو بڑے ابا ہنوز سربراہی کرسی پہ بیٹھے تھے۔ نظر اٹھا کر دیکھا۔ افسوس، ملامت، وہ بہت ہرٹ ہوئے تھے۔

"آپ نے زمر سے نہیں پوچھا تھا؟" وہ آہستہ سے بولے۔

"پوچھ بھی لیتی اور وہ مان جاتی تب بھی میں ندرت کے بھائی کو اپنی بیٹی کا رشتہ نہ دیتی یوسف صاحب۔ کبھی بھی نہیں۔ ندرت یہ چاہتی ہے کہ میں جھک کر رہوں تو ایسا نہیں ہوگا۔" تیز لہجے میں کہتیں، برتن اٹھا پٹخ کرنے لگیں۔

"آپ نے زمر سے نہیں پوچھا تھا؟" وہ کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرحانہ نے فکر مندی سے انہیں جاتے دیکھا۔ وہ زمر کی طرف نہیں گئے تھے، اپنے کمرے میں گئے تھے۔ ان کو یک گونہ اطمینان ہوا۔ شکر، یہ معاملہ تو ختم ہوا۔ جیسے بھی سہی۔

☆ ☆ ☆

رو پڑا ہوں تو کوئی بات ہی ایسی ہو گی
میں کہ واقف تھا ترے ہجر کے آداب سے بھی

وارث نے لاؤنج میں قدم رکھا، دوپہر کا اندھیرا چھایا تھا۔ پنکھا بند۔ صوفے پہ اکڑوں بیٹھی حنین، جو ناراضی سے خلا میں گھور رہی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ "گرمی میں کیوں بیٹھی ہو؟" احتیاط سے پکارتا قریب آیا، گردن ٹیڑھی کر کے اس کے تاثرات دیکھے۔ اس نے خفگی سے آنکھیں اٹھائیں۔

"بجلی نہیں ہے۔ ایک سے دو جاتی ہے، پھر شام کو چار سے پانچ جائے گی۔" وارث ہنس پڑا۔

"پاکستان کا کوئی دماغ ایسا نہیں ہے جس میں بجلی کی آمدورفت کا حساب نہ ہو۔" حنین نہیں ہنسی، اسی طرح سامنے دیکھتی رہی۔ وہ مقابل صوفے پہ بیٹھا اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"ابھی پھپھو آئی تھیں، ٹیلر سے امی کے کچھ

کپڑے پیک کیے تھے' وہی دینے۔ میں نے بھی آج ان کو کوئی موڈ نہیں دیا۔ سوچتی تو ہوں گی کہ یہ ناراض ہے' ان کی مسکراہٹ بھی سمٹ گئی' شاید حیران تھیں۔ واٹ ایور۔"

اور وہ حیران نہیں تھی' بس ذرا پھیکی پڑ گئی تھی۔ آج "بھول" کر جانے والی چابیاں حنین اٹھا تو لائی' مسکرائی بھی' مگر وہ پچھلے دنوں کی بے تکلفی والا شگاف بھر چکا تھا۔ فاصلہ پھر سے آگیا تھا۔

"اور تم نے یہ کیوں کیا؟"

"آپ کو نہیں معلوم؟ انہوں نے ماموں کے رشتے سے انکار کر دیا۔"

"تو؟"

"تو؟" حنین نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "آپ کو افسوس نہیں ہوا؟"

"میرے افسوس سے کیا ہوتا ہے؟ یہ ہر انسان کا حق ہے۔ انہوں نے کچھ سوچ کر فیصلہ کیا ہو گا۔"

"آپ جو بھی کہیں' میں ان سے بالکل' بالکل بھی اب محبت نہیں کرتی۔ نہ کبھی کروں گی۔" وہ بے بسی بھرے طیش سے وارث کو دیکھ کر بولی۔ وہ لبوں پہ مٹھی رکھے' خاموشی سے سنتا گیا۔

"مجھے ابو سے بھی محبت نہیں ہے۔ مجھے ان پر غصہ ہے۔ وہ ہمیں اس وقت چھوڑ کر چلے گئے جب ہمیں ان کی ضرورت تھی۔ ان کو چاہیے تھا' وہ سڑک پہ احتیاط سے چلیں۔ ان کو ہمارا سوچنا چاہیے تھا۔" وہ سر جھکا کر کہہ رہی تھی اور اس کی آواز میں نمی تھی۔ "میں پھپھو کو جب بھی دیکھتی تھی مجھے ان میں ابو نظر آتے تھے۔ مجھے لگتا تھا ہم کبھی دوست نہیں بن سکتے۔ میں اور پھپھو۔ کبھی بھی نہیں۔ اگر ہم قریب آئے تو وہ مجھ سے چھن جائیں گی' مگر پچھلے کچھ دنوں میں مجھے لگنے لگا کہ ایسا نہیں ہو گا۔ پھر ایسا ہی ہو گیا۔ اب میرا کوئی بھی فرینڈ نہیں ہے۔ میں دوبارہ کبھی ان کے پاس کوئی بھی مسئلہ لے کر نہیں جاؤں گی۔" سر جھکائے اس کے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

"فارس کے رشتے کو انکار کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تم سے کم محبت کرنے لگی ہیں۔"

"آپ جو بھی کہیں۔ ہم کبھی دوست نہیں بن سکتے۔"

"اچھا۔ کہیں باہر چل کر کچھ کھاتے ہیں۔" وہ چابی اٹھاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے نہیں کھانا کچھ۔" غصے سے سر جھٹکا۔ ہنوز ناراض تھی۔ شاید ساری دنیا سے۔

"چلو۔ خیر میں تو چاہ رہا تھا کہ اس بولان ریسٹورنٹ میں جا کر مٹن کڑاہی بنواتے ہیں (حنین نے جھٹکے سے گیلا چہرہ اٹھایا) ساتھ میں تندور والی روٹی' سلاد۔ مگر.... خیر' چھوڑو' تم نے تو کچھ نہیں کھانا۔"

"مٹن کڑاہی کچھ میں نہیں آتی' اچھا!" جلدی جلدی چہرہ رگڑتی' وہ پیروں میں چپل گھسیٹتی اٹھ کر اندر بھاگی۔ ساتھ ہی آوازیں بھی دے رہی تھی۔

"امی.... امی.... ماموں کہہ رہے ہیں' ہم کھانے پہ باہر...."

وہ مسکرا کر کار اسٹارٹ کرنے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

یہ سانپوں کی بستی ہے ذرا دیکھ کر چل وصی
یہاں کا ہر شخص بڑے پیار سے ڈستا ہے

ایئرپورٹ سے گھر تک' سارا راستہ دونوں مسز کاردار خاموش رہی تھیں۔ جب کار کاردار قصر کے سامنے رکی' تو جواہرات نے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

"تم باہر جاؤ۔"

شہرین جو اترنے کی تیاری میں تھی' چونک کر اسے دیکھا۔ سن گلاسز اوپر کر کے بالوں پہ ٹکائے۔ ڈرائیور اتر گیا تو جواہرات نے مسکرا کر گردن اس کی طرف موڑی۔

"اگلی دفعہ نوشیرواں کو مجھ پہ شک کروانے یا میرے کانٹیکٹس کے خلاف بھرنے سے پہلے ایک سو ایک دفعہ سوچنا۔ کیونکہ یہ آخری موقع ہے جب میں نے نظر انداز کیا ہے' وہ بھی صرف اس لیے کہ تم دو ایک سال سے زیادہ اس گھر میں ٹکتی مجھے نظر نہیں آ رہی

ہو۔ سو یہ مختصر وقت میں تمہارے لیے ناخوشگوار نہیں بناؤں گی' نہ تم میرے لیے بنانا۔ میں چاہتی تو ہاشم کو بتادیتی کہ تم اپنی خالہ کے گھر اتنا کیوں جاتی ہو' مگر میں اپنے بیٹے کی مختصر سی شادی شدہ زندگی خراب نہیں کرنا چاہتی' اس لیے نہیں بتاؤں گی کہ تمہاری خالہ کے بیٹے کے ذکر پہ تمہارا رنگ کس طرح سفید پڑتا ہے' جیسے ابھی پڑ رہا ہے۔ کلیئر۔"

مسکرا کر ٹھنڈے برف لہجے میں کہہ کر وہ دروازے کی طرف مڑی۔ شہرین نے تھوک نگلا' پھر گردن تان کر کہنے کی کوشش کی۔

"ہاشم جانتا ہے' وہ میرا دوست تھا۔"

"بالکل' ہاشم یہی جانتا ہے کہ وہ تمہارا دوست ... تھا۔ شہری!" مسکرا کر کہتی وہ باہر نکل گئی۔ شہرین نے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ (بوٹوکس کی ماری بڑھیا) اور خود بھی مسکراہٹ چہرے پہ لاتی باہر آگئی۔

☼ ☼ ☼

بے اعتبار شخص تھا وہ وار کر گیا
لیکن میرے شعور کو بیدار کر گیا

کچہری میں معمول کی چہل پہل تھی۔ ہاشم نے موبائل پہ بات کرتے ہوئے اس آفس کا دروازہ کھولا' اور اندر آیا۔ آس پاس کی میزوں کو نظر انداز کرتا' آخری ڈیسک کی طرف بڑھ گیا۔

"ہاں تم مجھے کام ختم کر کے اطلاع کردو۔ دو گھنٹے تک۔ لازمی۔" موبائل بند کر کے کرسی کھینچی' سامنے دیکھا۔ اور..... رک گیا۔

وہ کرسی پہ ٹیک لگائے بیٹھی' مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔ گھنگھریالے بال جوڑے میں بندھے تھے' صرف ایک لٹ گال کو چھو رہی تھی۔ ہاشم کی نظریں بے اختیار میز پہ رکھی نیم پلیٹ پہ جھکیں۔

"میں تعارف خود ہی کروادیتی ہوں۔ پبلک ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر زمر یوسف خان۔ دو ہفتے پہلے میری تقرری ہوئی ہے۔ اور شاید ایک ماہ قبل آپ سے آخری ملاقات ہوئی تھی۔ بھولے تو نہیں ہوں گے

آپ مجھے۔"

ہاشم بے اختیار ہنس دیا، ہنستے ہنستے نفی میں سرہلایا۔ اور بہت محظوظ ہونے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"یعنی میری وجہ سے آپ کو نئی جاب مل گئی۔ گڈ!"

"تو پھر کس کیس کے سلسلے میں آپ آئے ہیں کاردار صاحب؟" وہ مسکرا کر کہتی' ہاتھ ملا کر میز پہ رکھے' آگے ہوئی۔

"میرا خیال ہے' مستقبل میں ہمیں بہت سے کیسز یہیں بیٹھ کر طے کرنے ہوں گے۔ اس لیے..... کیوں نہ پہلے آپ مجھے اچھی سی چائے پلوائیں۔ بغیر شوگر کے۔" وہ ابھی تک لطف اندوز ہو رہا تھا۔ زمر سرد سا مسکرائی۔

"شیور۔ میرے ڈیسک پہ چائے کا سامان ہر وقت موجود ہوتا ہے' آپ کو اب یہاں خود چائے بنانے کی عادت ڈالنی ہوگی' مگر آئندہ کے لیے' کیونکہ پہلی چائے میں آپ کے لیے بنا دوں گی۔ بغیر شوگر کے۔" کہہ کر وہ اٹھی' اور کیتلی اٹھالی۔ ہاشم کہنی کرسی کے ہتھے پہ رکھے' گردن اٹھا کر اسے چائے بناتے دیکھتا رہا۔

"اب کیس پہ بات کر لیتے ہیں کاردار صاحب۔" کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے زمر نے چینی دان سے دو چمچ نکالے' اس کو دکھا کر چائے میں انڈیلے اور چمچ پرچ پہ رکھ دیا' پھر کرسی پہ آکر بیٹھی اور بولی۔ "یقین کیجیے' میرا دماغ آج بالکل حاضر ہے۔"

ہاشم پھر سے ہنس دیا۔ دل ہی دل میں تلملاتے ہوئے۔

پانچ سال بعد بھی وہ اسی طرح بوفے ٹیبلز کے ساتھ کھڑا ہنس کر کسی سے بات کر رہا تھا۔ اور بے خیالی میں اس کو دیکھتی زمر ذرا چونکی۔ اردگرد شادی کا فنکشن جو ماضی کی دھول میں دھندلا ہو گیا تھا' اب واضح ہونے لگا۔

اس نے ایک ہاتھ سے کنپٹی مسلی' اور کرب سے آنکھیں بند کیں۔ حنین میٹھا لینے جا چکی تھی' مگر جو کڑوا وہ کہہ کر گئی تھی' اس کا اثر اب بھی باقی تھا۔ یہ رشتہ کب مانگا گیا' کب انکار ہوا' اسے یہ نہیں معلوم تھا' مگر ایک بات صاف نظر آنے لگی تھی۔

وہ جو چار سال سے یہ سوچتی رہی کہ فارس نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا' تو اس کا جواب مل گیا تھا۔ اس نے انتقام لیا تھا۔ ٹھکرائے جانے کا انتقام۔ میں تمہیں صرف ایک گولی ماروں گا' دل میں..... یہی کہا تھا نا اس نے۔ اسے سب یاد تھا۔ انتقام تھا تو انتقام سہی۔ (میں تمہیں صرف ایک گولی ماروں گا زمر' صرف ایک گولی)

ایک نہج پہ پہنچ کر اس نے موبائل پہ کال ملا کر اسے کان سے لگایا۔

"بصیرت صاحب' سوری میں آپ کو غلط وقت پہ تنگ کر رہی ہوں۔ مجھے ایک کیس فائل چاہیے۔ جی..... پبلک ریکارڈز کے علاوہ بھی جو کچھ آپ کے پاس ہو اس کیس سے متعلق' جی سارا باکس بھجوا دیجیے۔ میں اپنے ملازم کو بھیجتی ہوں آپ کی طرف۔"

وہ پوچھ رہے تھے کہ اسے کون سا کیس چاہیے۔ زمر نے گہری سانس لی' دور کھڑے کرن اور حماد کو اپنے جڑواں بچوں اور دلہا دلہن کے ساتھ مسکرا کر فوٹو اترواتے دیکھا اور بولی تو آواز یخ ٹھنڈی تھی۔

"سرکار بنام فارس غازی"

اس نے فون بند کیا اور سامنے دیکھنے لگی۔ چہرہ اب سپاٹ تھا اور ذہن قدرے مجتمع تھا۔

دور' حنین سوئیٹ ڈش ٹیبل پہ پلیٹ میں کچھ نکال رہی تھی۔ کن اکھیوں سے وہ قریب کھڑے ہاشم کو کسی سے بات کرتے دیکھ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ نکالتی رہی' یہاں تک کہ ہاشم کا مخاطب مڑ گیا تو وہ اس تک آئی۔ وہ اسے دیکھ کے بس ہلکا سا مسکرایا۔

"مجھے..... آپ سے یہ کہنا تھا کہ....." اپنے پیالے میں چمچ ہلاتے' اور چمچ کو دیکھتے وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔ "کہ مجھے بھی بہت افسوس ہے۔ آپ کے فادر کی ڈیتھ کا۔ مجھے ان کے جنازے پہ آنا چاہیے تھا' مگر میں نہیں آسکی۔ آئی ایم سوری ہاشم بھائی۔" نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس نے سر کے خم سے تعزیت وصول کی۔

"اٹس اوکے مگر تمہیں آنا چاہیے تھا۔ حنین! سعدی تو آیا تھا۔ اس وقت نہ سہی بعد میں آنا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے بعد تم لوگوں نے ہماری طرف.... آنا چھوڑ دیا بالکل۔" آخری الفاظ ادا کرتے ہاشم کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔ گردن میں ابھر کر معدوم ہوتی گلٹی، آنکھوں میں چونک جانے کا احساس۔ حنین اگر متوجہ ہوتی تو محسوس کر لیتی۔

"آئی ایم سوری!" وہ سر جھکائے کہہ کر مڑ گئی۔ واپس میٹھے کی جگہ پہ آئی تو سعدی وہاں کھڑا تھا۔ آہستہ سے بولا۔ "ہاشم بھائی کیا کہہ رہے تھے؟"

اس نے اداس آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "میں ان سے معذرت کر رہی تھی کہ میں ان کے والد کی وفات پہ نہیں آسکی۔ مجھے آنا چاہیے تھا۔ اور اس سے پہلے انہوں نے بھی معذرت کی۔ انہوں نے کہا کہ انہیں افسوس ہے۔"

سعدی نے پیالے میں سوفلے کا چمچ الٹتے ہوئے تلخی سے سر جھٹکا۔

"کتنا آسان ہے حنین، ڈیڑھ سال بعد ایک شادی کی تقریب میں آکر کہہ دینا کہ مجھے افسوس ہے۔ ہونہہ۔" حنین نے یاسیت سے اسے دیکھا۔

"انہیں افسوس ہے۔ واقعی ہے۔"

"اگلی دفعہ جب وہ تمہیں کہیں کہ ان کو افسوس ہے، تو ان سے کہنا، افسوس کافی نہیں ہوتا۔" وہ سنجیدگی سے کہتا پلٹ گیا۔ وہ اب زمر کی ٹیبل کی طرف جا رہا تھا۔ حنین دل مسوس کر وہیں کھڑی رہ گئی۔ کیا وہ ساری زندگی اسی نقطے پر کھڑی رہے گی؟ کیا وہ بھی پھپھو کی طرح کبھی آگے نہیں بڑھ سکے گی؟

اس کا ذہن پل بھر کو اپنے اردگرد سے ہٹتا گیا۔ دل و دماغ پر کوئی دھند سی چھا رہی تھی۔ سیاہ رات میں سنہری دھند.... اس کا ذہن اس دھند میں ڈوبتا گیا.... ڈوبتا گیا۔

☆ ☆ ☆

موجودہ دن سے چار سال پہلے
(وارث غازی قتل سے تین دن قبل)

ذوالفقار یوسف کے گھر کے چھوٹے سے کچن میں شرارت بھری خاموشی چھائی تھی۔ کاؤنٹر پہ دو ڈشز رکھی تھیں۔ اک خالی۔ ایک میں تازہ بیک شدہ کیک جس کی لیرز کاٹ کر اندر کریم بھری گئی تھی۔ اب اس کیک کو دوسری، صاف ڈش میں ڈالنا تھا۔ سعدی نے نچلا لب دبائے مسکراتے ہوئے حنین کو دیکھا جو آستین چڑھا کر کیک کے قریب ہاتھ لے جاتی، پھر واپس کھینچ لیتی۔

"میں ڈال دوں، حنہ؟"

"خبردار۔ یہ نرم ہے، ٹوٹ جائے گا اور اسے ہاتھ بھی مت لگائیے گا۔" وہ غصے سے بولی۔

"انگلی لگاؤں۔" سعدی نے انگلی اس طرف بڑھائی۔ حنہ نے زور سے اس کی انگلی پہ ہاتھ مار کر پیچھے ہٹایا۔

"میں چھت سے نیچے پھینک دوں گی آپ کو۔ پھپھو کی شادی میں پلستر چڑھا ہو گا۔" آج کل حنین کی ہر بات میں دو ہفتے بعد ہونے والی پھپھو کی شادی کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا۔

"اول فول نہ بولا کرو۔ ہر وقت۔" ندرت نے اسے گھورتے ہوئے کفگیر دکھایا۔ سعدی دل کھول کر ہنسا۔

"یار حنہ، امی کو ابھی تک ہمارے خلاف کفگیر، جوتے اور ہینگر کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں ملا؟"

ندرت نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیں اور چولہے کی طرف مڑ گئیں۔ حنہ کا کیک ابھی تک ویسے ہی پڑا تھا اور وہ ڈرتے ڈرتے ہاتھ اس کی طرف بڑھا رہی تھی، تب ہی فون کی گھنٹی بجی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)